◆

فون کی گھنٹی بجی اور کیپٹن فیاض نے جھلائے ہوئے انداز میں ریسیور اٹھالیا۔ اس وقت وہ ایک ایسے فائل میں الجھا ہوا تھا جسے اپنی میز پر دیکھنا ہر گز پسند نہ کرتا لیکن اوپر والوں کا حکم...!

ماؤتھ پیس میں وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ "ہیلو...!"

لیکن دوسری طرف سے دہاڑیں مار مار کر رونے کی آواز آئی۔!

"کون ہے...!"

"جج... جج... جی میں ہوں۔!"

"تم کون ہو... نام بتاؤ...!" فیاض جھلا کر دہاڑا۔

"سس... سلیمان...!"

"کون سلیمان...؟"

"اب... یہ وقت آگیا ہے کہ... کون سلیمان... ہائے۔!"

"کیا بک رہا ہے... کیا عمران کا باورچی...!"

"جی انہوں نے مجھے کبھی باورچی نہیں سمجھا... ہائے... اب کیا ہوگا ارے میرے مالک۔!" دوسری طرف سے رونا بدستور جاری رہا۔

"آخر بکتا کیوں نہیں... کیا بات ہے۔!"

"صاحب نے خودکشی کرلی...!"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"ہائے کپتان صاحب مجھے بھی یقین نہیں آتا...!"

"تو جانتا ہے تیری اس بے ہودگی کا کیا نتیجہ ہوگا۔!"

"میری کیا خطا ہے جناب... میں بالکل بے قصور ہوں۔!"

"کیا عمران نے تم سے کہا کہ اس طرح میرا وقت برباد کرو...!"

"وہ اب اس دنیا میں کہاں جناب...! جو مجھ سے کچھ کہیں گے۔!"

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں یہاں پکڑ بلواؤں...!"

"جو دل چاہے کیجئے...! میں تو اب زندہ ہی نہیں رہنا چاہتا۔!" سلیمان نے دوسری طرف سے کہا اور پھر رونے لگا۔

فیاض نے ریسیور کریڈل پر پٹختے ہوئے اسے ایک گندی سی گالی دی اور فائیل کیطرف متوجہ ہوگیا۔

پھر آدھے گھنٹے بعد دوبارہ فون کی گھنٹی بجی تھی اور اُس کے پرسنل اسسٹنٹ نے دوسری طرف سے اُسے اطلاع دی تھی کہ عمران کا ملازم سلیمان اُس سے ملنا چاہتا ہے۔

"بھیج دو!" وہ ماؤتھ پیس میں غرایا اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سلیمان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں متورم اور سرخ تھیں۔ سچ مچ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دیر تک روتا رہا ہو! فیاض سے نظر ملتے ہی پھر دہاڑیں مارنے لگا۔

"تو کیا سچ مچ...!" فیاض بوکھلا کر اٹھتا ہوا بولا۔

سلیمان نے بدستور روتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔!

"لیکن کب... کیونکر...!"

سلیمان نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا اور فرش پر اکڑوں بیٹھ کر اس طرح اپنا منہ دبائے رکھنے کی کوشش کرنے لگا جیسے اپنی موجودہ حالت پر قابو پانا چاہتا ہو۔!

لفافہ پہلے ہی سے چاک تھا... فیاض نے اس میں سے خط نکالا۔ تحریر عمران ہی کی تھی اور مخاطب سلیمان سے تھا۔

"سلیمان...! میں خودکشی کرنے جارہا ہوں۔ تنگ آگیا ہوں اس زندگی سے! آخر میرے جینے کا فائدہ ہی کیا۔ کوئی بھی تو ایسا نہیں جسے اپنا کہہ سکوں۔ میرے فلیٹ میں جو کچھ بھی موجود ہے تم اور جوزف آپس میں تقسیم کرلو میرا یہ خط کیپٹن فیاض تک پہنچا دینا۔ تمہارے بعد سب

سے پہلے فیاض ہی کو میری موت کی اطلاع ملنی چاہئے اور کسی کو کچھ نہ بتانا۔ !“

فیاض نے طویل سانس لی.... پشت پر خود اُس کے نام پیغام تھا۔

”فیاض....! تمہیں میری لاش موڈل کالونی کی کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ میں ملے گی۔ !“

فیاض کے چہرے پر اُلجھن کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔

اس نے سلیمان کی طرف دیکھا جو کسی حد تک اپنی حالت پر قابو پاچکا تھا۔ !

”کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ.... موڈل کالونی....!“ وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور سلیمان سے پوچھا۔ ”جوزف کہاں ہے....؟“

”پتہ نہیں جناب.... صبح اپنے کمرے میں نہ صاحب تھے اور نہ جوزف کا کہیں پتہ تھا تکیے پر لفافہ پڑا ہوا ملا تھا چونکہ اوپر میرا ہی نام لکھا ہوا تھا اس لئے میں نے کھول ڈالا۔ !“

”ہوں.... اچھا تم جاؤ.... میں دیکھوں گا.... فلیٹ کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا اور جب تک میں نہ کہوں، تم وہاں سے ہٹو گے بھی نہیں۔ ! جوزف واپس آئے تو اس سے اس کا تذکرہ ہرگز نہ کرنا۔ وہ اگر عمران کے بارے میں پوچھے تو سرسری طور پر لاعلمی ظاہر کردینا۔ !“

”تو کیا سچ مچ میرے صاحب....؟“

”بس زیادہ بات چیت نہیں....!“ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو۔ فی الحال اس کا ترکہ تقسیم کرنے نہ بیٹھ جانا۔ بس جاؤ۔ !“

سلیمان باہر چلا گیا۔ !

”کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ....!“ فیاض بڑبڑایا اور تیزی سے فائیل کی ورق گردانی کرنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔ ! ایک صفحے پر رکا اور تیزی سے اس کا جائزہ لینے کے بعد فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ !

”ہیلو.... ماجد.... فوراً آؤ....!“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔

کچھ دیر بعد انسپکٹر ماجد کمرے میں داخل ہوا۔ فیاض اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرکے فائیل کے ورق الٹتا ہوا بولا۔ ”یہ فائیل پھر میرے پاس آگیا ہے۔ !“

”کون سا فائیل جناب....!“ انسپکٹر ماجد نے فدویانہ انداز میں پوچھا۔

”ٹام براؤن کیس....!“

”لیکن وہ کیس تو....!“

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُسے دوبارہ کیوں اکھاڑا جارہا ہے۔ !“ فیاض نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا! چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”کیا تمہیں وہ عمارت یاد ہے جہاں ٹام براؤن آخری بار دیکھا گیا تھا۔ !“

”موڈل کالونی کی ایک عمارت تھی جناب....! غالباً کوٹھی پانچ سو پچپن۔ !“

”چھ سو چھیاسٹھ۔ !“ فیاض نے تصحیح کی۔

”اب ذہن پر اچھی طرح زور دے کر بتاؤ۔ جب یہ کیس ہمارے پاس تھا تو عمران نے کسی قسم کی دخل اندازی کی یا نہیں۔ !“

”نہیں جناب.... دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ !“

”ہوں....!“ فیاض کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

”کیا اب دخل اندازی کررہے ہیں۔ !“ ماجد نے پوچھا۔

فیاض صرف اُسے گھور کر رہ گیا بولا نہیں۔ انداز سے ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ اُس کی زبان سے اس سوال کو نامناسب سمجھتا ہو۔ !

”اٹھو....!“ خود فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ ”ہمیں فوراً کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ تک پہنچنا ہے۔ !“

موڈل کالونی کی طرف روانگی فیاض کی کار کے ذریعے ہوئی تھی جسے ماجد ڈرائیو کررہا تھا اور فیاض پچھلی سیٹ پر تھا۔ وہ حفظِ مراتب کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ ماجد کی موجودگی میں خود کار ڈرائیو کرنے سے اس کی شان گھٹ جاتی تھی۔

کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کا پھاٹک مقفل نظر آیا اور پر Tolet کا بورڈ بھی لگا ہوا تھا۔

فیاض نے طویل سانس لی اور پیشانی پر شکنیں ڈالے اس بورڈ کو گھورتا رہا۔

”پھاٹک کی ذیلی کھڑکی تو مقفل نہیں معلوم ہوتی۔ !“ انسپکٹر ماجد نے کہا۔

”ہاں.... اتر چلو....!“ فیاض چونک کر بولا۔

گاڑی سے اتر کر وہ پھاٹک کے قریب آئے اور ماجد نے کھڑکی کا بولٹ سرکاتے ہوئے دھکا دیا۔

لان پر ویرانی چھائی ہوئی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے عرصے سے اسکی دیکھ بھال نہیں ہوئی ہو۔ !

فیاض متجسس نظروں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھتا رہا۔!

برآمدے میں پہنچ کر وہ ماجد کی طرف مڑا۔

”دروازہ کھولو۔۔۔۔!“ اس نے صدر دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

ماجد نے ہینڈل گھما کر دروازے کو دھکا دیا اور وہ کھلتا چلا گیا۔

”یہ بھی مقفل نہیں ہے۔!“ فیاض پر تشویش لہجے میں بڑبڑایا اور ہاتھ اٹھا کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

”بڑی عجیب بات ہے۔!“ اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”ذیلی کھڑکی بھی مقفل نہیں تھی اور صدر دروازہ بھی۔!“

ماجد خاموشی سے پیچھے ہٹ آیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار تھے۔

”میرا خیال ہے کہ اندر کوئی موجود ہے۔!“ فیاض پھر بولا۔

”ہو سکتا ہے لینڈ لارڈ خود موجود ہو۔!“

”ہشت! لینڈ لارڈ ہی کا تو پتہ نہیں چل سکا آج تک۔ اس عمارت کا کوئی بھی دعویدار نہیں ہے۔!“

”تو پھر کرایہ پر دینے کے لئے بورڈ کس نے لگایا۔!“

”یہ بھی دیکھنا پڑے گا۔!“

وہ کھلے ہوئے دروازے سے راہداری میں گھورتے رہے جو اختتام تک سنسان پڑی تھی۔

فیاض نے مڑ کر لان کی طرف دیکھا اور ماجد سے کہا۔ ”وہ پتھر اٹھالاؤ۔!“

ماجد نے اُسے حیرت سے دیکھا اور چپ چاپ برآمدے سے لان میں اُتر آیا۔

پھر وہ پتھر فیاض نے راہداری میں اس طرح لڑھکایا تھا کہ فرش پر پھسلتا ہوا دوسرے سرے تک چلا جائے۔

اُس کے شور سے راہداری گونج اٹھی تھی اور پھر پہلے ہی کا سناٹا طاری ہو گیا تھا۔

”چلو۔۔۔۔!“ کچھ دیر بعد فیاض نے ماجد سے کہا۔ ”عمارت خالی معلوم ہوتی ہے۔!“

ماجد اُس سے یہاں آنے کی وجہ بھی نہیں پوچھ سکتا تھا۔ فیاض کے ماتحتوں میں اتنی جرأت نہیں تھی۔ وہ خود اگر مناسب سمجھتا تو اُن سے کسی مسئلے پر گفتگو کر لیتا وہ کسی بات کو سمجھنے کے لئے بھی اس سے کسی قسم کا سوال نہیں کر سکتے تھے۔!

وہ دونوں صدر دروازے سے راہداری میں داخل ہوئے! دونوں جانب کمروں کے دروازے تھے اور اُن میں سے کوئی بھی کھلا ہوا نہ دکھائی دیا۔ لیکن اندر سے کوئی بھی بولٹ کیا ہوا نہیں ملا تھا۔ انہوں نے سارے دروازے دھکے دے دے کر کھول دیئے۔

فیاض کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا اور پیشانی پر شکنیں تھیں۔

”یہ عمارت۔۔۔۔!“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”یقینی طور پر کسی کے استعمال میں رہی ہے۔ کہیں بھی گرد کا نام و نشان نہیں۔!“

ماجد خاموش کھڑا تھا۔

دفعتاً راہداری گھنٹی کی آواز سے گونج اٹھی! پہلے تو فیاض کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے جیسے معاملے کی نوعیت سمجھ ہی میں نہ آئی ہو! پھر تیزی سے راہداری کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”شائد برآمدے میں کوئی ہے۔!“

اُس نے جھٹکے کے ساتھ صدر دروازہ کھولا تھا۔

برآمدے میں دو آدمی نظر آئے۔

دونوں کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے اور ایک کے چہرے پر بے مرمت ڈاڑھی بھی تھی۔ دونوں جوان العمر تھے بغیر ڈاڑھی والا خوش شکل اور وجیہہ تھا۔ آنکھوں سے ظاہر ہونے والی توانائی کی بناء پر اس کی جسمانی قوت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا تھا۔

”ہم اشتہار دیکھ کر آئے ہیں۔!“ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

”کیسا اشتہار۔۔۔۔؟“ فیاض کا لہجہ درشت تھا۔

”اوہ تو کیا اس عمارت کا نمبر چھ سو چھیاسٹھ نہیں ہے۔!“

”یقیناً ہے۔!“ فیاض اسے گھورتا ہوا بولا۔

”کیا اسے کرائے پر اٹھانے کے لئے اشتہار نہیں دیا گیا تھا۔۔۔۔؟“

”ہرگز نہیں۔!“

دفعتاً ڈاڑھی والا آگے بڑھ کر بولا۔ ”کتنی بوتلوں کا نشہ ہے مسٹر۔!“

”کیا مطلب۔۔۔۔؟“ فیاض غرایا۔

اُس نے اپنے تھیلے سے تازہ اخبار نکال کر ایک کالم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ”یہ کیا ہے؟“

فیاض نے اس کے ہاتھ سے اخبار لے کر بتائی ہوئی جگہ پر نظر ڈالی سچ مچ اُس عمارت کو کرائے پر اٹھانے کے لئے اشتہار دیا گیا تھا۔

"ہوں....!" وہ انہیں گھورتا ہوا بولا۔ "اچھا اندر آجاؤ....!"

دونوں اس کے ساتھ ایک کمرے میں آئے یہاں متعدد کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

فیاض نے انہیں بیٹھنے کو کہا اور جیب سے نوٹ بک نکال کر اس کی ورق گردانی کرتا ہوا بولا۔

"اپنے نام بتاؤ۔!"

"کیا ہم شادی کرنے آئے ہیں یہاں۔!" ڈاڑھی والے نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ کیا بکواس ہے....؟" فیاض کی کنپٹیاں گرم ہوگئیں۔

"جیمسن.... یوشٹ اپ....!" دوسرا آدمی بولا۔ "مجھے بات کرنے دو۔!" پھر اس نے فیاض سے کہا۔ "گفتگو کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہے! قاعدے کے مطابق پہلے ہمیں مکان کو کرایہ پر دینے کی شرائط سے آگاہ کیا جانا چاہئے۔ جب ہم رضامند ہوجائیں گے تو اپنے نام بھی بتادیں گے۔!"

فیاض پر تفکر انداز میں اسے گھورتا رہا۔

"کرایہ کتنا ہے۔!" خوش شکل آدمی نے کچھ دیر بعد سوال کیا۔

"کیا تم نے پھاٹک پر لگے ہوئے قفل کو غور سے نہیں دیکھا....؟" فیاض نے دفعتاً نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں....! ہم ذیلی کھڑکی سے اندر داخل ہوئے تھے۔!"

"قفل پر کپڑا چڑھا ہوا ہے اور سلائی کے جوڑوں پر سیلیں لگی ہوئی ہیں۔!"

"اب اگر یہاں قفلوں کو بھی کپڑے پہنائے جاتے ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور۔!" ڈاڑھی والے نے مضحکانہ انداز میں ہنس کر کہا۔

فیاض کے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آئے لیکن پھر فوراً سنبھل کر بولا۔ "یہ بات نہیں میرا خیال ہے کہ یہ عمارت پولیس کسٹڈی میں ہے۔!"

"کیا مطلب....؟" دوسرا آدمی چونک پڑا۔

"پولیس نے غالباً اس عمارت کو مقفل کر کے سیل کر دیا تھا۔!" فیاض بولا۔ "لیکن کسی نے ذیلی کھڑکی کھول لی۔!"

"تو پھر آپ کون ہیں جناب....! اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔!" دوسرے آدمی نے سوال کیا۔

"بتاؤ....!" فیاض انسپکٹر ماجد کو گھورتا ہوا بولا اور ماجد نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہم بھی اشتہار دیکھ کر آئے تھے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔!" دوسرا آدمی بڑبڑایا۔ "ہم تو احمق ہیں کہ سیل کیا ہوا قفل نہ دیکھ سکے اور اندر چلے آئے لیکن آپ جیسے عقل مند آدمیوں کو کیا ہوا تھا۔!"

"کیا مطلب....؟" فیاض اُسے پھر گھورنے لگا۔

"ہمیں کیا....؟" ڈاڑھی والے نے لاپروائی سے کہا۔ "اگر ہم نے ضروری سمجھا تو پولیس کو مطلع کر دیں گے۔!"

"کس بات سے جناب عالی....!" انسپکٹر ماجد نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"یہی کہ کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ اب مقفل نہیں رہی۔!" ڈاڑھی والے نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"مارو گولی.... ہمیں کیا....!" دوسرے آدمی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور اپنے ساتھی سے بولا۔ "چلو اٹھو....!"

"آپ لوگ اپنے نام اور پتے لکھوائے بغیر نہیں جاسکتے۔!" ماجد بولا۔

دوسرا آدمی ہنس پڑا۔ ڈاڑھی والا کسی بد مزاج بندر کی طرح دانت نکال کر ماجد کو گھورنے لگا تھا۔

دوسرے آدمی نے اپنے سینے پر کلمے کی انگلی رکھ کر کہا۔ "بعض لڑکیاں مجھے پرنس چارمنگ کہتی ہیں اور میں ان کے دلوں میں رہتا ہوں۔ یہ تو ہوا.... میرا نام اور پتہ.... اور یہ اپنا نام اور پتہ خود ہی بتائے گا۔!"

وہ ڈاڑھی والے کی طرف دیکھ کر خاموش ہوگیا۔

میں اپنا نام اور پتہ نہیں بتا سکتا۔!" ڈاڑھی والا غرایا۔

فیاض نے جیب سے قلم نکالا اور ماجد سے بولا۔ "اگر یہ نام اور پتہ نہ بتائیں تو انکے ہتھکڑیاں لگادو۔!"

"کیا مطلب....؟" دونوں کی زبان سے بیک وقت نکلا۔

"تمہیں اس اشتہار سے متعلق جواب دہی کرنی پڑے گی۔!" فیاض غرایا۔ "اس عمارت میں داخل ہونے کے لئے تم لوگوں نے اشتہار کا بہانہ تراشا ہے۔!"

"بہانہ....؟" ارے کیا تمہیں انگریزی نہیں آتی۔ اخبار تمہارے ہاتھ میں ہے۔!

"اشتہار بھی خود تم نے ہی چھپوایا ہوگا۔!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم یقیناً کوئی مسخرے ہو۔!" ڈاڑھی والا وحشیانہ انداز میں ہنسا۔

"بکواس بند کرو....!" فیاض آپے سے باہر ہو گیا۔

"اتنے میں ماجد اپنے ہینڈ بیگ سے ہتھکڑیاں نکال چکا تھا۔!"

"تو اس کا یہ مطلب کہ....پپ....پولیس....!" دوسرا آدمی ہکلایا۔

"ہتھکڑیاں لگ جانے کے بعد تم سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"ویل مسٹر آفیسر....!" دوسرا آدمی سنجیدگی سے بولا۔ "یقین کرو کہ اس اشتہار سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔!"

"اب تمہیں یہ ثابت کرنا پڑیگا کہ تم اتنی بڑی عمارت کا کرایہ ادا کرنیکی حیثیت رکھتے ہو یا نہیں۔!"

"یہ ہم ثابت کردیں گے....!" ڈاڑھی والے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

دفعتاً عمارت کے کسی دور افتادہ حصے سے ایک چیخ ابھری.... بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے کسی نے اچانک کسی عورت پر حملہ کیا ہو۔!

چیخ پھر سنائی دی لیکن اس بار کچھ گھٹی گھٹی سی تھی۔

"دیکھو....!" فیاض اٹھتا ہوا ماجد سے بولا۔

◆

اُس نے اپنا چہرہ اُوور کوٹ کے اٹھے ہوئے کالر میں اس حد تک چھپا رکھا تھا کہ راگیروں کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔

وہ شہر کے ایک گنجان آباد علاقے کی گلیوں سے گذر رہا تھا۔ دفعتاً ایک جگہ رک کر وہ مڑا اور نیم روشن گلی کے سرے کیطرف دیکھنے لگا۔ پھر بائیں جانب والے ایک مکان کے دروازے پر دستک دی۔

اس جگہ اتنی روشنی نہیں تھی کہ اس کے چہرے کو بخوبی دیکھا جاسکتا شائد اسی لئے اس نے اوور کوٹ کا کالر نیچے گرا دیا تھا۔

دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھلا اور اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ایک دبلی پتلی لڑکی کھڑی تھی۔!

"نہیں.... نہیں....ڈیڈی گھر پر موجود نہیں۔!" وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں انتظار کروں گا۔!" اُس نے مڑ کر دروازہ بولٹ کرتے ہوئے کہا۔

اب اُسکا چہرہ روشنی میں تھا۔ خوفناک آنکھوں والا یہ آدمی کسی مغربی ملک سے تعلق رکھتا تھا۔ لڑکی سانولی ہی تھی لیکن اسکرٹ اور بلاؤز میں ملبوس تھی۔ وہ قریب والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ لڑکی جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ لیکن چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے اس آدمی کے روپ میں ملک الموت نے دروازے پر دستک دی ہو۔!

"ڈیڈی گھر پر موجود نہیں۔!" وہ ایک بار پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں اس کی واپسی کا انتظار کروں گا۔!" جواب ملا۔

"مم.... مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔!" لڑکی رو دینے کے سے انداز میں بولی۔

اجنبی نے تاریک شیشوں کی عینک نکالی اور اسے آنکھوں پر چڑھاتا ہوا بولا۔ "خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں! وہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔!"

عینک لگاتے ہی گویا اُس کی شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ چہرے پر پائی جانے والی کرختگی کا اب کہیں پتہ نہ تھا۔ پتلے پتلے ہونٹوں اور ستواں ناک کی بناء پر وہ ایک نازک مزاج آدمی معلوم ہونے لگا تھا۔!

"تم کھڑی کیوں ہو....!" اس نے کچھ دیر بعد نرم لہجے میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔!"

"شش.... شکریہ۔!" وہ ایک گوشے میں پڑی ہوئی کرسی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم اتنی نروس کیوں ہو۔!"

"کک.... کچھ نہیں....!"

"لوسی.... تم جھوٹ بول رہی ہو۔!"

"نن.... نہیں....!"

"کچھ بد اخلاق بھی ہو گئی ہو! تم نے مجھ سے چائے کو بھی نہ کہا۔!"

"چائے....؟"

"ہاں.... چائے.... آج ٹھنڈک زیادہ ہے۔!"

"آپ کو تنہا بیٹھنا پڑے گا۔!"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو.... میں الماری سے کوئی کتاب نکال لوں گا۔!"

لوسی اٹھ گئی اسکے انداز میں ہچکچاہٹ تھی! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اُسے تنہا نہ چھوڑنا چاہتی ہو۔

"تم کیا سوچنے لگیں۔!"

"کچھ نہیں۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

اجنبی بیٹھا رہا۔ وہ بالکل کسی بت کی طرح بے حس و حرکت نظر آرہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی چائے کی ٹرے سنبھالے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ اٹھا اور اس کے ہاتھ سے ٹرے لے کر چھوٹی میز پر رکھ دی۔ پھر نرم لہجے میں بولا۔ "لوسی! تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں.... بیٹھ جاؤ.... بہت زیادہ نروس ہو! میں خود ہی چائے بنالوں گا۔ تم کتنی شکر پیتی ہو....؟"

"اوہو.... آپ تکلف نہ کریں.... میں بنالوں گی۔!"

"نہیں تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔!"

"وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی ہکلائی۔ "پپ... پتا نہیں... ڈڈ... ڈیڈی کب آئیں۔!"

"اچھا میں چائے پی کر چلا جاؤں گا.... تم کسی قسم کا بار اپنے ذہن پر نہ لو۔!" اجنبی نے کہا اور چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھادی۔

"شکریہ جناب...!" لوسی نے اٹھ کر بڑے ادب سے چائے کی پیالی اُسکے ہاتھ سے لے لی۔

دونوں خاموشی سے چائے پیتے رہے۔ لڑکی کی آنکھیں نیند کے دباؤ سے بوجھل ہوتی جارہی تھیں۔ پیالی میز پر رکھ کر اس نے جماہی لی اور اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگی تھی جیسے نیند سے چھٹکارا پانے کی کوشش کررہی ہو۔!

پھر دفعتاً وہ کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گئی۔ اس کی آنکھیں پوری طرح بند ہوگئی تھیں۔ پپوٹوں میں ہلکی سی جنبش بھی باقی نہیں رہی تھی۔

اجنبی نے آنکھوں سے عینک الگ کرکے جیب میں ڈالی اور اٹھ کر لڑکی کے قریب آیا۔ اس کی پیشانی پکڑ کر ہلاتے ہوئے ہلکی ہلکی آوازیں بھی دیں لیکن لوسی کی آنکھیں نہ کھلیں وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔!

پھر اجنبی اُسے وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ اب وہ ایسے انداز میں ایک ایک کمرہ دیکھتا پھر رہا تھا جیسے کسی کی تلاش ہو۔! بالآخر بیڈ روم میں داخل ہوا.... یہاں ایک بڑی مسہری تھی اور کچھ تھوڑا سا فرنیچر سلیقے سے لگایا گیا تھا۔

وہ مسہری کو گھورتا رہا.... پھر آگے بڑھ کر فرش تک لہراتی ہوئی چادر الٹ دی۔

مسہری کے نیچے ایک بھاری جسم والا آدمی چت پڑا نظر آیا۔

"گڈ ایوننگ مسٹر ڈی سوزا....!" اجنبی نے زہریلے لہجے میں اُسے مخاطب کیا۔

موٹے آدمی کی سانسیں اور تیزی سے پھولنے لگی تھیں اور وہ کسی خوف زدہ پرندے کی طرح اسے ایک ٹک دیکھے جارہا تھا۔

"باہر نکلو....!" دفعتاً اجنبی غرایا۔

موٹا آدمی لیٹے ہی لیٹے مسہری کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔

اجنبی کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ خوف ناک ہوگئی تھیں۔ اس نے ڈی سوزا کا گریبان پکڑ کر اُسے فرش سے اٹھاتے ہوئے ایک کرسی پر دھکیل دیا۔

"موت کے فرشتے کا دوسرا نام کرسٹوپاؤلس ہے۔!"

"مم.... موسیو کرسٹوپاؤلس....!" ڈی سوزا گڑبڑایا۔

"تم مجھ سے چھپتے کیوں پھر رہے ہو۔!"

"مم.... میں خائف ہوں.... موسیو....!"

"کس سے خائف ہو....؟" کرسٹوپاؤلس غرایا۔

"وہ پھر کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔!"

"تم تو پولیس سے خائف ہو۔!" کرسٹوپاؤلس کے لہجے میں بے اعتباری تھی۔

"میں آپ سے خائف ہوں موسیو....!"

"کیوں...؟"

"کوٹھی کی نگرانی میرے ذمے تھی۔! پولیس نے اُس کے قفل کو سیل کردیا تھا۔ اس کے باوجود بھی وہ ہمارے ہی استعمال میں تھی لیکن....!"

"لیکن کیا....؟"

"کسی نے اُس کو کرائے پر دینے کے لئے اشتہار دے دیا۔!"

"ہوں....! مجھے علم ہے۔!" کرسٹوپاؤلس نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن تم اس طرح چھپ کیوں رہے تھے۔!"

"جواب دہی سے بچنے کے لئے موسیو۔!" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم جتنے موٹے ہو.... اتنے ہی احمق بھی ہو۔ تمہاری اس بدحواسی کی بناء پر لوسی پریشان ہوگئی تھی۔ آخر تم نے اُسے کیا بتایا تھا۔!"

"کچھ بھی نہیں....! وہ جانتی ہے کہ میں آپ کا مقروض ہوں اور اس لئے چھپنے کی کوشش کررہا ہوں کہ ادا کرنے کے لئے رقم نہیں ہے۔!"

"مجھے خواہ مخواہ اُسے چائے میں بے ہوشی دینی پڑی۔!"

"اُوہ....!" ڈی سوزا مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ....!" کرسٹوپاؤلس نے خشک لہجے میں کہا۔ "وہ سٹنگ روم میں سو رہی ہے۔ مجھے شبہ تھا کہ تم گھر میں موجود ہو اسی لئے۔!"

دفعتاً گھنٹی کی آواز گونجی اور کرسٹوپاؤلس خاموش ہوکر ڈی سوزا کو گھورنے لگا۔

"پتہ نہیں کون ہے....!" ڈی سوزا تھوک نگل کر بولا۔

"جاؤ دیکھو....! لیکن ٹھہرو.... لوسی کو سٹنگ روم سے اٹھا کر اس کے کمرے میں پہنچا دینا۔ دو گھنٹے سے پہلے اس کی نیند ختم نہیں ہوگی۔!"

"بہت اچھا موسیو....!" ڈی سوزا نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

کرسٹوپاؤلس پر تجسس نظروں سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ڈی سوزا واپس آگیا۔

"کون ہے....؟" کرسٹوپاؤلس نے پوچھا۔

"چھ سو چھیاسٹھ والے تہہ خانے کا محافظ.... میں اسے سٹنگ روم میں بٹھا آیا ہوں۔ کوئی ضروری بات کرنا چاہتا ہے۔ کیا آپ ہماری گفتگو سنیں گے۔!"

"ہاں چلو....!" کرسٹوپاؤلس اٹھتا ہوا بولا۔

ڈی سوزا سٹنگ روم میں داخل ہوا۔ یہاں ایک طویل قامت آدمی آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ لڑکی کو ڈی سوزا نے کرسٹوپاؤلس کی ہدایت کے مطابق پہلے ہی یہاں سے دوسرے کمرے میں منتقل کردیا تھا۔

وہ آدمی ڈی سوزا کو دیکھ کر کرسی سے اٹھ گیا۔

"~~بیٹھو بیٹھو~~....!" ڈی سوزا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "بہت اچھا ہوا کہ تم آگئے۔ ورنہ میں خود ہی تم سے رابطہ قائم کرتا۔ کوٹھی کو کرایہ پر دینے کے لئے اشتہار تمہاری دانست میں کس نے دیا ہوگا۔!"

"یہی میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!"

"میں نے ان دونوں آفیسروں کو پکڑ لیا ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"ایک محکمہ سراغ رسانی کا سپرنٹنڈنٹ ہے اور دوسرا انسپکٹر....! جس وقت وہ دونوں عمارت میں داخل ہوئے تھے میں وہیں موجود تھا۔ مجبوراً تہہ خانے میں پناہ لینی پڑی۔"

"میں پوچھ رہا ہوں تم نے انہیں کیوں پکڑا....؟"

"نہ پکڑتا تو خود پکڑا جاتا... پہلے وہ دونوں آئے تھے۔ پھر دو آدمی اور آئے جو اشتہار دیکھ کر عمارت کرائے پر حاصل کرنے آئے تھے۔ وہ دونوں انکے سر ہوگئے اور انہیں گرفتار کرلینے کی دھمکی دی۔!"

"میں پوچھ رہا ہوں تم نے انہیں پکڑا کیوں....؟" ڈی سوزا ایک دم بھڑک اٹھا۔

"تہہ خانے میں لاکھوں روپے کا مال موجود تھا جس کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔!"

"تو پھر....؟"

"دیکھئے مسٹر ڈی سوزا مجھے ایسے کسی موقع کے لئے کوئی مخصوص ہدایت نہیں دی گئی تھی۔ لہٰذا جو میری سمجھ میں آیا کر گذرا.... لیکن یقین کیجئے ان دونوں کے بارے میں اُن کے محکمے کو قطعی علم نہیں کہ وہ کہاں ہوں گے۔ انہوں نے اپنی روانگی نہیں تحریر کی تھی۔ دوپہر سے اس وقت تک میں اسی ٹوہ میں رہا ہوں۔ ان کے ماتحتوں اور آفیسروں کو ان کے غائب ہو جانے پر تشویش ہے۔!"

ڈی سوزا کچھ سوچ رہا تھا تھوڑی دیر بعد اُس نے پوچھا۔ "تم نے انہیں پکڑا کیونکر....؟"

"ایک عورت کی چیخ کا ریکارڈ بجا کر.... بوکھلاہٹ میں وہ دونوں تہہ خانے کے راستے کے قریب آپہنچے تھے بس پھر میں نے انہیں پھانس لیا۔!"

"اور اُن دونوں کا کیا ہوا جو عمارت کرائے پر حاصل کرنے آئے تھے۔!"

"انہیں بھلا کیونکر جانے دیتا.... مجبوراً انہیں بھی پکڑنا پڑا۔ وہ ان آفیسروں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ اُن پر بھی میرا داؤ چل گیا۔!"

”اور وہ چاروں اس وقت اسی تہہ خانے میں موجود ہیں۔!“ ڈی سوزا نے پوچھا۔

جواب اثبات میں پاکر وہ اٹھتا ہوا بولا۔ ”اچھا تم بیٹھو میں تمہارے لئے چائے تیار کراؤں۔ اتنی دیر میں شائد کوئی معقول تدبیر بھی سوجھ جائے۔!“

”شکریہ....! آج ٹھنڈک بڑھ گئی ہے۔!“

وہ اسے سٹنگ روم میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں واپس آیا۔ کرسٹوپاؤلس یہاں موجود تھا۔

”اس سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔!“ وہ غرایا۔ ”عمارت کو مقفل کردینے کے بعد وہ لوگ صرف اُس کی ملکیت کے بارے میں چھان بین کرتے رہے تھے۔! تہہ خانے کا علم انہیں کبھی نہ ہوسکتا۔! لیکن اس احمق نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔“ وہ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ ”آخر اشتہار کس نے شائع کرایا۔ محض اشتہار کی بناء پر وہ دوبارہ عمارت کی طرف متوجہ ہوئے۔!“

”میں خود یہی سوچ رہا ہوں جناب....!“ ڈی سوزا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اب اس احمق کا زندہ رہنا ہمارے لئے مناسب نہ ہوگا۔“

”کس کا جناب....!“ ڈی سوزا نے بوکھلا کر پوچھا۔

”جسے چائے پلانے جارہے ہو.... اچھی بات ہے.... تم جاکر اُسے باتوں میں لگاؤ.... میں چائے تیار کروں گا۔!“

”آپ.... یعنی کہ آپ....؟“

”ہاں.... جاؤ....!“ وہ اُسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

”میں ہی چائے پہنچاؤں گا.... وہ مجھے نہیں جانتا۔!“

”لیکن.... لیکن....!“ ڈی سوزا دفعتاً بہت زیادہ خائف نظر آنے لگا۔

”تم خطرے میں ہو ڈی سوزا.... وہ بیوقوف آدمی ہے۔ اگر پکڑا گیا تو ہم تک پولیس کی رہنمائی کردے گا۔!“

”اوہ.... جج.... جی ہاں....!“

”اچھا.. ٹھہرو.. اگر تم نہیں چاہتے کہ میں اُسکے سامنے آؤں تو تم ہی اندر آکر چائے لے جانا۔!“

”جی ہاں.... جی ہاں....!“ وہ جلدی سے ولا۔ ”یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔!“

وہ سٹنگ روم میں واپس آگیا اور پانچ چھ منٹ تک اُس سے اس عمارت کے متعلق مزید گفتگو کرتا رہا۔ پھر چائے کے لئے اٹھ گیا۔

کچن میں کرسٹوپاؤلس نے چائے کی ٹرے سجادی تھی۔!

”دیکھو....!“ اس نے ڈی سوزا سے کہا۔ ”یہ نیلے رنگ کی پیالی اس کے لئے ہے۔! اگر دھوکے سے تم نے اس میں چائے پی لی تو تم بے ہوش ہو جاؤ گے اور وہ بیٹھا رہ جائے گا۔!“

”بیہوش....؟“

”ہاں ہاں....! اسے بیہوش کر کے میں یہاں سے ہٹالے جاؤں گا۔!“

چائے کی ٹرے اٹھاتے وقت ڈی سوزا کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ سٹنگ روم میں پہنچ کر اس نے ایک بار پھر ذہن میں دہرایا کہ اس آدمی کے لئے کس پیالی میں چائے انڈیلنی ہے۔!

ان دونوں نے خاموشی سے چائے کے پہلے گھونٹ لئے اور خاموشی ہی سے مرگئے وہ آمنے سامنے بیٹھے تھے اور اُن کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں کہ یہ کیا ہوگیا۔

دروازے کا پردہ ہٹا کر کرسٹوپاؤلس کمرے میں داخل ہوا اور میز کے قریب آکھڑا ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر سفاک سی مسکراہٹ تھی۔ آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ خوف ناک نظر آنے لگی تھیں۔

وہ دونوں بلاشبہ مرچکے تھے۔ اس نے انہیں ہلا جلا کر دیکھا تھا۔ لاشیں حیرت انگیز طور پر اکڑ گئی تھیں۔ وہ پھر اندر آیا۔ اس کمرے میں پہنچا جہاں لڑکی سو رہی تھی۔

اس کے سر کے نیچے سے تکیہ نکال کر منہ پر ڈال دیا اور جھک کر گلا گھونٹنے لگا۔

وہ بُری طرح مچلی تھی اور بالآخر ساکت ہوگئی تھی۔

کرسٹوپاؤلس کے انداز سے قطعی نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جلدی میں ہے یا کسی قسم کی بے اطمینانی میں مبتلا ہے۔ چاروں طرف عجیب سا غم انگیز سناٹا طاری تھا۔

تینوں لاشیں وہیں چھوڑ کر وہ چھت پر چڑھا اور عقبی دیوار سے لگے ہوئے سینٹری پائپ کے سہارے گلی میں اتر گیا۔ گلی بالکل تاریک تھی۔!

* * *

فیاض اور ماجد تہہ خانے سے نکلنے کا راستہ تلاش کرتے پھر رہے تھے اور وہ دونوں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے انہیں ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے اُن سے پھر کوئی بڑی حماقت سرزد

ہونے والی ہو۔

دفعتاً فیاض مڑا اور تیزی سے ان کے قریب پہنچ کر دہاڑا۔ "یہ سب کیا ہے۔!"

ڈاڑھی والا اٹھتا ہوا بولا۔ "ہمارا مقبرہ۔!"

"بکواس بند کرو....!"

"آپ تو سمجھ ہی میں نہیں آتے جناب....!" دوسرے نے کہا۔ "سوال کرتے ہیں جواب دیا جاتا ہے تو اس پر تاؤ کھاتے ہیں۔ پتہ نہیں کس گریڈ کے آفیسر ہیں۔!"

"شٹ اپ....!"

ماجد بھی پلٹ آیا تھا! وہ گھونسہ تان کر بولا۔ "اگر تم لوگ خاموش نہ رہے تو اچھا نہ ہوگا۔!"

ڈاڑھی والے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میرا نام جیمسن ہے اور میں اپنے وقت کا مانا ہوا باکسر بھی ہوں۔!"

دفعتاً دوسرا آدمی دونوں کے درمیان آتا ہوا بولا۔ "اس جیل میں ہم سب قیدی ہیں۔ بات نہ بڑھے تو بہتر ہے۔!"

"تم دونوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔!" فیاض ان کے قریب آکر آہستہ سے بولا اور ماجد کو پیچھے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔

"آپ لوگوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔!" ڈاڑھی والے کا ساتھی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"تم دونوں یہاں سے چلے کیوں نہ گئے۔!" فیاض نے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ دونوں کیوں پھنس گئے....؟"

"میرے سوال کا جواب دو....!"

"ختم کرو باس....!" ڈاڑھی والا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ان لوگوں سے بحث کرنے میں ہماری اردو چوپٹ ہو جائے گی۔ بڑی مشکل سے تو قابو میں آئی ہے۔!"

"تم ٹھیک کہتے ہو! مجھے یہ سوچنا چاہئے کہ اگر اس تہہ خانے سے نکل گئے تو رہیں گے کہاں۔!"

"تم لوگ آخر ہو کیا بلا....؟"

"میرا نام ظفر الملک ہے اور یہ جیمسن... نام تو حقیقتاً جمن ہے لیکن جمن کہیں تو بُرا مان جاتا ہے۔!"

"پلیز باس....!" ڈاڑھی والے نے ہاتھ اٹھا کر احتجاج کیا۔

"کیا کرتے ہو....؟"

"دن رات سوچا کرتے ہیں کہ کیا کرنا چاہئے۔!"

"تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے....؟"

"جناب عالی! یہ سوال آپ پہلے بھی کر چکے ہیں اور میں اس کا جواب بھی دے چکا ہوں۔!"

"علی عمران کو جانتے ہو....؟"

"علی عمران....؟ نام تو سنا ہے.... اوہ اچھا.... وہ ڈائریکٹر جنرل کے صاحب زادے۔!"

"وہی....وہی....!"

"جی ہاں.... میں انہیں جانتا ہوں۔!"

"اس نے بھیجا ہے تمہیں....؟"

"ہرگز نہیں... اُن سے تو شائد پچھلے سال پیرس میں ملاقات ہوئی تھی۔! کیوں جیمسن۔!"

"پلیز باس....!" ڈاڑھی والا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اُس آدمی کا ذکر سننا میں پسند نہیں کرتا۔!"

"کیوں....؟ تم اس سے اتنے بیزار ہو۔!" فیاض نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"فراڈ آدمی ہے۔! پچھلے سال مجھے قائل معقول کر کے میری ڈاڑھی منڈوا دی تھی۔ پھر کتنی تکلیف اٹھائی میں نے.... ڈاڑھی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا....! تنہا تو رہ ہی نہیں سکتا ڈاڑھی کے بغیر۔!"

"ہوں تو اتنے قریبی تعلقات ہیں۔!" فیاض نے تلخ لہجے میں کہا۔

"لیکن ان معاملات کا عمران صاحب کی ذات سے کیا تعلق....!" ظفر نے فیاض کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بڑے احترام سے اس کا نام لے رہے ہو۔!"

"شہر کے سارے احمق ان کی عزت کرتے ہیں۔!"

"ہوں....!" فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔ "اس عمارت کے کرائے کے متعلق تمہارا کیا اندازہ ہے....؟"

"آٹھ یا نو سو روپے ماہوار....!" ظفر الملک نے لاپروائی سے جواب دیا۔

”اور تم اتنے ذی حیثیت ہو۔!“ فیاض کا لہجہ طنزیہ تھا۔ کیونکہ ظفر الملک کے جسم پر معمولی کپڑے کا سوٹ تھا۔ اس کے بے مرمت بال الجھے ہوئے تھے۔

”یقیناً....!“ وہ اکڑ کر بولا۔ ”میں ایک کروڑ پتی کا وارث ہوں۔!“

”اوہ.... کیا تم مجھے اس کروڑ پتی کا نام نہیں بتاؤ گے۔!“

”ضروری نہیں۔!“ ظفر الملک نے خشک لہجے میں کہا۔

”میں آپ کی زبان سے کسی ایسے آدمی کا نام سننا پسند نہیں کروں گا جو مجھے جمن کہنے پر مصر ہو۔!“ جیمسن بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”کیا مطلب....؟“ فیاض اس کی طرف مڑ گیا۔

”یہ اس آدمی کا ذکر ہے جس کے یہ وارث ہیں۔!“

فیاض پھر ظفر الملک کو گھورنے لگا۔

”مائی ڈیئر آفیسر یہاں سے نکل بھاگنے کی کوئی تدبیر کیجئے۔! فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔“ ظفر بولا ”مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ عمارت آپ کی کسٹڈی میں تھی اس کے باوجود بھی آپ ان تہہ خانوں سے لاعلم رہے۔!“

”بس....!“ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”فضول باتیں نہیں.... اپنے گارجین کا نام بتاؤ۔!“

”نواب مظفر الملک.... وہ میرے چچا ہیں۔!“

فیاض نے ہونٹ سکوڑے لیکن سیٹی کی آواز نہ نکل سکی۔ اُس نے مڑ کر پُر معنی انداز میں ماجد کی طرف دیکھا۔

”تو آپ وہ ظفر الملک ہیں۔!“ ماجد بولا۔

”کیا تم جانتے ہو....!“ فیاض نے پھر اس کی طرف دیکھا۔

”جی ہاں اُن کے تو بہت چرچے ہیں شہر میں! سنا ہے ایک دن ان کے چچا ڈائریکٹر جنرل صاحب سے شکایت بھی کر رہے تھے۔!“

”کس بات کی....؟“

”یہی کہ عمران صاحب نے انہیں اور زیادہ چوپٹ کر دیا ہے۔!“

”پچھلی بار تم عمران سے کب ملے تھے۔!“ فیاض نے ظفر سے سوال کیا۔

”شائد میں پہلے ہی اس سوال کا جواب دے چکا ہوں۔!“

”اور اُسی نے تمہیں یہاں بھیجا تھا....؟“

”میں کسی غلط بات کا اعتراف کیسے کر لوں۔!“

”اچھی بات ہے....! میں دیکھوں گا۔!“

”نہیں دیکھنے دو باس.... اور تم یہاں سے نکل بھاگنے کی تدبیر سوچو....!“ جیمسن بولا۔

”ٹھہرو....!“ فیاض نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور ظفر کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔!“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے.... کروڑ پتی چچا....!“

”نہیں....!“ فیاض سر جھٹک کر بولا۔ ”مجھے اس کا علم ہے کہ نواب صاحب تمہیں اپنے گھر میں نہیں گھسنے دیتے۔!“

”اگر انہوں نے میرے لئے کوئی کزن پیدا کی ہوتی تو دیکھتا کیسے نہ گھسنے دیتے۔!“

”پھر فضول باتیں شروع کر دیں۔!“

”جناب عالی میں نے بڑی نفسیاتی بات کہی ہے! دراصل تنہائی کی زندگی نے انہیں چڑچڑا بنا دیا ہے۔ اوہ جیمسن.... مائی گاڈ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا۔!“ ظفر نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

پھر اس نے اپنے تھیلے سے ایک ڈبل روٹی نکالی اور اُسے بیچ سے توڑ کر آدھی فیاض کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”لیجئے.... اپنی روٹی میں جیمسن ان صاحب کو حصہ دار بنا لے گا۔!“

”نہیں.... شکریہ....!“ فیاض نے خشک لہجے میں پیش کش مسترد کر دی۔

”خیر کوئی بات نہیں....!“ ظفر نے وہ ٹکڑا جیمسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

دونوں کھانے لگے۔

”یہ حال ہے تم لوگوں کا اور اتنی بڑی عمارت کرائے پر حاصل کرنے آئے تھے۔!“ فیاض نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس پر میں پہلے ہی بزنس کر چکا ہوں۔!“ ظفر منہ چلاتا ہوا بولا۔

”کیا مطلب....؟“

”اس شہر کے بہتیرے شریف کنوارے موجود ہیں جنہیں کہیں سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔

اتنے ذی حیثیت بھی نہیں ہیں کہ کسی ایسے علاقے میں مکان حاصل کر سکیں جہاں کنوارے پن کو شبے کی نظر سے نہ دیکھا جاتا ہو.... میں نے ایسے دس عدد کنوارے مہیا کر لئے ہیں جو سو روپے ماہوار تک رہائش پر صرف کر سکتے ہیں۔ یہ عمارت ہم دونوں سمیت ان کے لئے کافی ہوتی۔ میں کئی دنوں سے مختلف مقامات پر ایسی عمارتیں دیکھتا پھر رہا ہوں۔!“

”کچھ دیر پہلے تم اپنے کروڑ پتی چچا کا حوالہ دے رہے تھے۔!“

”بزنس سیکرٹ بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے مسٹر آفیسر....!“

”میں تمہارے بیان سے مطمئن نہیں ہوں۔!“

”اس تہہ خانے میں مجھ سے زیادہ مطمئن آدمی ملنا مشکل ہے۔!“ ظفر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

”اب پیاس لگ رہی ہے باس....!“ دفعتاً جیمسن بولا۔

”پانی یہ لوگ مہیا کریں گے۔!“ ظفر نے اُن دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”یہ دونوں پاگل ہیں۔!“ فیاض نے ماجد سے کہا۔ ”آؤ.... راستہ تلاش کریں۔!“

”یہ ہوئی آفیسرانہ بات۔!“ ظفر نے طویل سانس لی اور دیوار سے ٹک کر فرش پر بیٹھ گیا۔!

”میں کھانے کے بعد کافی ضرور پیتا ہوں.... آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔!“ جیمسن بولا۔

ظفر نے آنکھیں بند کر لی تھیں.... اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس تہہ خانے میں گھٹن کا احساس نہیں تھا۔ دیواروں پر الیکٹرک لیمپ نصب تھے جن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ جب وہ یہاں آئے تھے اس وقت بھی وہ لیمپ روشن ہی تھے۔

* * *

ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور صفدر نے گاڑی کے ڈیش بورڈ والے خانے سے ریسیور نکال لیا۔

”ہیلو....!“ وہ ماؤتھ پیس میں بولا۔ ”اٹ از صفدر....!“

”کیا پوزیشن ہے....؟“ دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔

”سر شام ایک آدمی عمارت سے نکلا تھا۔ اس کا تعاقب جاری ہے! کسی نے اندر داخل ہونے کی کوشش نہیں کی۔!“

”عمارت سے نکلنے والے کا تعاقب کون کر رہا ہے۔!“

”صدیقی....!“

”اس کی طرف سے کوئی اطلاع....!“

”نہیں جناب....!“

”عمارت کی نگرانی جاری رہے گی۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”اوور اینڈ آل....!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور صفدر نے ریسیور پھر ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

اُس نے اپنی گاڑی کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی کی تھی۔ یہاں کچھ گاڑیاں پہلے سے بھی موجود تھیں۔ جن کا تعلق غالباً آس پاس کی دوسری عمارتوں سے تھا۔ لیکن کسی گاڑی میں کوئی آدمی نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ سیٹ کی پشت سے ٹک کر سگریٹ سلگانے لگا۔

اتنے میں قدموں کی چاپ سنائی دی اور دو عورتیں اس کی گاڑی کے قریب ہی آر کیں۔!

یہاں اتنی روشنی نہیں تھی کہ وہ ان کے چہرے صاف دیکھ سکتا۔ لیکن اُن کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن سکتا تھا۔!

”آج سردی بڑھ گئی ہے۔!“ ایک کہہ رہی تھی۔

”پروانہ کرو....!“ دوسری آواز آئی۔ ”تھوڑی تکلیف اٹھاؤ اور اپنے شوہر کے کرتوت سے آگاہ ہو جاؤ۔!“

”مجھے یقین نہیں آتا....!“

”بس جیسے ہی وہ آئے.... تم اس گاڑی کے پیچھے چھپ جانا اور دیکھنا کہ وہ کیسے انداز میں مجھ سے اظہار عشق کرتا ہے۔!“

صفدر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ دوسری نے کہا۔ ”تم خواہ مخواہ مجھے پریشان کرتی ہو! مجھے اس سے سروکار نہیں کہ وہ باہر کیا کرتا ہے۔!“

”مجھے حیرت ہے تم کیسی عورت ہو....!“

”میں بھی تو خاور کو چاہتی ہوں.... اور اُسے اس کا علم نہیں۔!“

"تب تو اور بھی اچھی بات ہے.... اس وقت تم اسے پکڑو.... اور اسی کو بنیاد بنا کر اس سے چھٹکارا حاصل کرو۔!"

"کس لئے....؟"

"اس لئے کہ خاور سے شادی کر سکو۔!"

"ہشت! اُس کے بعد مجھے کسی دوسرے خاور کی تلاش ہوگی۔ شوہر ایک ضرورت ہے اور محبوب.... ہا.... کسی محبوب کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتی۔!"

"کمال ہے....؟"

"میں اپنے ذہن کو اچھی طرح سمجھتی ہوں.... مجھے اس میں بڑی لذت محسوس ہوتی ہے کہ میرا شوہر خاور کے وجود سے لاعلم ہے۔!"

صفدر کی کھوپڑی سلگنے لگی.... وہ قطعی بھول گیا کہ یہاں اس کی موجودگی کس بنا پر ہے۔ اس نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔ "آپ بلاشبہ شوہر سے چھٹکارا حاصل کر کے خاور سے شادی کر سکتی ہیں! محبوبیت کے لئے میں اپنی خدمات پیش کر دوں گا۔!"

"یہ کیا بے ہودگی ہے....!" دونوں نے بیک وقت کہا۔

"مجھے وہم ہے کہ میں بہت خوبصورت ہوں....!"

"شٹ اپ....!"

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔!" دوسری بولی۔ "ان سے کہو ذرا شکل تو دکھائیں۔"

پتہ نہیں کیوں صفدر سنک گیا تھا۔! شائد زندگی میں پہلا موقع تھا کہ اس سے اس قسم کی کوئی غیر سنجیدہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ اس نے گاڑی کے اندر کی لائٹ کا سوئچ آن کر دیا۔

"واقعی خوبصورت ہو....!" دوسری نے گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور مڑ کر اپنی ساتھی سے بولی۔ "تم بھی آؤ.... انہیں کہیں زیادہ روشنی میں دیکھیں گے۔!"

دیکھتے ہی دیکھتے دونوں اندر بیٹھ گئیں۔! صفدر نے لائٹ پہلے ہی آف کر دی تھی۔ یہ کیا حماقت سرزد ہوگئی۔ اس نے سوچا.... عجیب سی جھلاہٹ ذہن پر مسلط ہوگئی تھی۔

"میں صرف ایک کو لے جا سکتا ہوں۔!" اس نے یونہی بے سمجھے بوجھے داغ دیا۔ کسی نہ کسی طرح پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی زبان سے یہ جملہ نکلتے ہی بائیں جانب سے آواز آئی۔

"دوسری کے لئے میں قربانی دینے کو تیار ہوں۔!"

صفدر اچھل پڑا۔ کیونکہ یہ عمران کی آواز تھی۔ جتنی دیر میں وہ دوبارہ سنبھلتا عمران دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھ چکا تھا۔

"اب چلتے پھرتے نظر آؤ....!" اُس نے سر ہلا کر کہا۔

"لیکن.... لیکن.... یہاں....؟"

"فکر نہ کرو.... نہ ممی ڈانٹیں گی اور نہ پاپا خفا ہوں گے۔ چلو....!"

صفدر نے بوکھلاہٹ میں انجن اسٹارٹ کر کے ایکسلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھی۔ دونوں عورتوں نے قہقہہ لگایا۔

"کدھر....؟" صفدر نے آہستہ سے پوچھا۔

"سی بریز....!" بڑی سہانی رات ہے۔!"

"اتنی ٹھنڈک میں....؟"

"یہاں کی ٹھنڈک ان دونوں کے لئے ناکافی معلوم ہوتی ہے اور جناب بھی محبوبیت کا اظہار کرتے ہوئے خواہ مخواہ ٹوففٹی وولٹ ہو جائیں گے۔!"

"بس کیا بتاؤں حماقت ہوگئی۔!"

"حماقت پر اظہار افسوس اس سے بھی بڑی حماقت ہے لہٰذا....!"

صفدر خاموش ہو گیا.. دفعتاً پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔ "دوسرے کی شکل تو دیکھی ہی نہیں۔!"

"شائد ہم دونوں ہی منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائیں۔!" عمران بولا۔

"کیوں....؟"

"دونوں گھر سے بھاگے ہوئے ہیں۔!"

"بیویوں سے تنگ ہو گے۔!"

"لاحول ولا قوۃ.... کر دیا کباڑا۔!" عمران کراہا۔

"کیوں....؟"

"بیویوں کا نام کیوں لیا تم نے.... ہم تو خود کو کنوارا سمجھ کر دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔!"

"کدھر چل رہے ہو....؟"

"نارتھ پول....!"

"کسی اچھی جگہ چلنا....!"

"سی بریز پر رکنے کے بجائے سیدھے ساحل کی طرف نکل چلنا۔!" عمران نے جھک کر آہستہ سے صفدر کے کان میں کہا۔

"یہ سرگوشیاں کیسی....؟" پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔

"میرا دوست بڑا ڈرپوک ہے۔!" عمران بولا۔ "اس کا دل بڑھا رہا تھا۔ اس کی بیوی اتنی خون خوار ہے کہ سالیوں تک سے مذاق نہیں کر سکتا۔!"

"لیکن ہم ڈرپوک نہیں ہیں....! اسے اچھی طرح ذہن میں رکھنا۔!"

"دنیا کی کوئی عورت ڈرپوک نہیں.... وہ صرف اداکاری کے لئے پیدا ہوتی ہے۔!"

"عورتوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تم لوگ....!"

"دنیا کی پہلی عورت نے شیطان کو بہکایا تھا.... وہ برخوردار سمجھے کہ شائد خود انہوں نے اُسے بہکادیا۔ لہٰذا آج ان کا کہیں پتہ نہیں اور عورت ہر ہر قدم پر ہمارے لئے جنت تعمیر کر رہی ہے۔!"

"کیا تم نشے میں ہو....؟"

"ہاں دو بوتلوں کا نشہ ہے....!" عمران جھومتا ہوا بولا اور جھومتا ہی رہا۔

دراصل وہ بار بار صفدر کے کان کے قریب منہ لے جاکر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "اسکیم بدل گئی۔ اگلے چوراہے سے بائیں جانب موڑ لینا.... مہمان خانہ نمبر پانچ کی طرف چلو۔!"

مہمان خانہ نمبر پانچ بظاہر ایک دیہی ہسپتال تھا۔ لیکن حقیقتاً ایکس ٹو کے ماتحت یا ایجنٹ یہاں مختلف قسم کے کام انجام دیتے تھے۔

◆

فیاض اور ماجد تہہ خانے کا راستہ دریافت نہیں کر سکے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ جھلا کر ظفرالملک اور اس کے ملازم پر چڑھ دوڑتے۔!

اس وقت بھی وہ اُن سے الجھے ہوئے تھے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا....!" ظفرالملک پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "آخر آپ عمران صاحب کو کیوں گھسیٹ رہے ہیں۔ ہر چند کہ وہ بھی کنوارے ہیں لیکن میری اسکیم میں شامل نہیں۔!"

"میں مسٹر علی عمران کو قطعی پسند نہیں کرتا۔!" جیمسن بولا۔ "لیکن حالات کا تقاضہ یہی ہے کہ اس وقت ان کی حمایت کی جائے۔!"

اس پر فیاض اور بپھر گیا تھا ماجد کے تیور ایسے تھے جیسے مار پیٹ کی نوبت آجائے گی۔

"میں جوڈو بھی جانتا ہوں۔!" جیمسن نے انہیں اطلاع دی۔

"خاموش رہو....!" ظفرالملک نے اُسے جھڑکی دیتے ہوئے کہا۔ "بیکاری میں اگر انہیں جوڈو سیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا تو عہدے کی دھونس جما کر تم سے مفت سیکھ لیں گے۔ تجارتی نکتہ نظر ملحوظ رکھا کرو۔!"

"تجارتی نکتہ نظر....!" جیمسن ڈاڑھی میں کھجاتا ہوا بولا۔ "تجارتی نکتہ نظر سے تو اس وقت ہمیں بستروں پر ہونا چاہئے تھا۔!"

فیاض دانت پیس رہا تھا۔ اُس کے جبڑوں کی وریدیں ابھر آئی تھیں۔ ٹھیک اسی وقت ہلکی سی سرسراہٹ تہہ خانے کی فضا میں لہرائی اور بائیں جانب والی دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوا۔

دو نقاب پوش ہاتھوں میں ریوالور لئے دروازے میں کھڑے نظر آئے۔

"کوئی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرے۔!" ان میں سے ایک غرایا۔

غیر ارادی طور پر اُن کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔

"سمجھ میں نہیں آتا کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔!" ظفر بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔ "آئے تھے کرائے پر مکان حاصل کرنے اور اب سواری قبرستان کی طرف جارہی ہے۔!"

"اگر تم لوگ جہاں ہو وہیں خاموش کھڑے رہے تو ہم تمہیں گولی نہ ماریں گے۔!" وہی نقاب پوش بولا۔

پھر وہ انہیں کور کئے کھڑا رہا اور دوسرا آگے بڑھا۔ وہ داہنی جانب والی دیوار کی طرف جارہا تھا۔

وہ کنکھیوں سے اسے دیکھتے رہے۔ فرش کے ٹائیلوں پر وہ اس طرح چل رہا تھا جیسے کوئی کسی گندی جگہ پر غلاظت سے بچ بچ کر چلے۔

پھر جیسے ہی وہ دیوار کے قریب پہنچا ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ اس میں بھی دروازہ نمودار ہوتا دکھائی دیا۔ ظفرالملک بڑے غور سے اُسے چلتے دیکھتا رہا تھا۔

نقاب پوش دروازے سے گزر کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

وہ نقاب پوش جس نے انہیں کور کر رکھا تھا.... وہیں کھڑا رہا جہاں پہلے تھا۔

"آخر ہمیں یہاں کیوں قید کیا گیا ہے۔!" دفعتاً ظفرالملک نے نقاب پوش سے پوچھا۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو....!" وہ ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دے کر بولا۔

اتنے میں دوسرا نقاب پوش ایک بڑا سا پیکٹ ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے داہنی جانب والے دروازے سے برآمد ہوا اور دوسرے نقاب پوش سے بولا۔ "ایسے ہی چھ پیکٹ اور ہیں۔!"

"تم انہیں اوپر پہنچاؤ.... میں ان لوگوں کی خبر گیری کروں گا۔!" دروازے والا بولا۔

جیمسن اور ظفر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور جیسے ہی پیکٹ لے جانے والا دوسرے نقاب پوش کے قریب پہنچا جیمسن چیخ پڑا۔ "ارے پیکٹ میں سے کیا گر رہا ہے؟"

فوری طور پر ریوالور والا اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ ظفرالملک نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

جیمسن بھی اس سے پیچھے نہیں رہا تھا۔ وہ پیکٹ والے کی گردن دبوچ بیٹھا۔ ریوالور دوسرے نقاب پوش کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ماجد نے اُسے اٹھا لینے میں پھرتی دکھائی۔

اور پھر فیاض نے اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور شیر کی طرح دہاڑا۔ "ہٹ جاؤ سب الگ ہٹ جاؤ ورنہ سب کو شوٹ کر دوں گا۔!"

"مجھے بھی حضور عالی....؟" جیمسن نے اپنے شکار کو چھوڑ کر ہٹتے ہوئے پوچھا۔

"خاموش رہو۔!"

"ظفرالملک دوسرے نقاب پوش کو چھوڑ کر ہٹ چکا تھا۔

"ماجد.... تمہارے بیگ میں ہتھکڑیوں کے کتنے جوڑے ہیں۔!" فیاض نے پوچھا۔

"ایک ہے جناب....!"

"ان دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک ہتھکڑی ڈال دو....!"

نقاب پوش خاموش کھڑے تھے۔ ماجد بیگ سے ہتھکڑیاں نکال کر ایک کی طرف بڑھا۔

"تم بھی اسی کے قریب آ جاؤ....!" فیاض نے ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دے کر دوسرے نقاب پوش سے کہا۔

اس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔! فیاض کچھ کہنے والا تھا کہ ظفر نے نقاب پوش کی گردن

دبوچی اور دوسرے کی طرف دھکیل دیا۔

دونوں کے ایک ایک ہاتھ میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔!" تین چار کڑیوں کی ایک زنجیر دونوں ہتھکڑیوں کو ایک دوسرے سے ملاتی تھی۔

پھر ماجد نے اُن کے چہروں سے نقابیں ہٹا دیں۔

"خوب....!" فیاض ماجد کی طرف دیکھ کر بولا۔ "جانی پہچانی صورتیں ہیں۔!"

"ہم سے بھی تعارف کرایئے۔!" ظفر نے فیاض سے کہا۔

"دونوں عادی مجرم اور ہسٹری شیٹر ہیں۔! اب یہ بتائیں گے کہ ان کا باس کون ہے۔!"

"اس پیکٹ میں کیا ہو سکتا ہے۔!" جیمسن بولا۔

"خبردار اُسے ہاتھ نہ لگانا....!" فیاض نے اُسے للکارا۔

"جیمسن خاموش کھڑے رہو....!" ظفر بولا۔

"او کے باس....!"

"اُدھر دیکھو....!" فیاض نے دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کر کے ماجد سے کہا۔

وہ ادھر چلا گیا اور فیاض دونوں قیدیوں کو مخاطب کر کے بولا۔

"اس بار تم دونوں دس دس سال سے کم کے لئے نہ جاؤ گے۔!"

وہ کچھ نہ بولے۔

"کیا اب ہمیں اجازت ہے....؟" ظفرالملک نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں.... تم دونوں بھی ساتھ ہی چلو گے۔!"

"آخر ہمیں لیجا کر کیا کیجئے گا جناب عالی۔!" جیمسن نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کرو....!"

"ظفرالملک نے جیمسن کیطرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی اور اُس نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔!

◆

صفدر کی گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی اور عمران اونگھ رہا تھا۔

"اے تم لوگ کدھر جا رہے ہو۔!" پچھلی سیٹ سے کسی عورت نے کہا۔

صفدر نے کوئی جواب نہ دیا۔ گاڑی کی رفتار کم ہو رہی تھی۔ اسے عورتوں نے بھی محسوس کیا

اور دوسری آواز سنائی دی۔ “ارے یہ تو ویرانہ ہے۔!”

گاڑی رکتے ہی عمران چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

“یہ کہاں لائے ہو....؟” ایک نے اس کا شانہ جھنجھوڑ کر پوچھا۔

“ہسپتال....!”

“کیا مطلب....؟”

“مطلب یہ کہ یہاں خاص قسم کے امراض کا علاج ہوتا ہے۔!”

“تم لوگ پاگل تو نہیں ہو گئے۔!”

“ہو جاتے.... اگر تم دو سے زیادہ ہوتیں.... چلو اُترو....!” عمران اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اترتا ہوا بولا۔ “ہم لوگ شریف آدمی ہیں!”

وہ انہیں دیہی ہسپتال کی عمارت میں لائے۔ اُن کے چہرے ہوا ہو رہے تھے۔

“ہم شہر سے کتنی دور ہیں۔!” ایک نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

“زیادہ دور نہیں ہو....!”

“یہاں اس ویرانے میں کیوں لائے ہو۔!”

“وہ ترکیب بتانے کے لئے کہ شوہر بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ مجھے شوہروں سے نفرت ہے جب تک روئے زمین پر ایک بھی شوہر باقی ہے چین سے نہ بیٹھوں گا۔!”

صفدر وہاں سے ہٹ گیا تھا اور عمران اپنے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برساتا ہوا اُن دونوں سے ہم کلام تھا۔

“پتہ نہیں تم لوگ کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو۔!”

“صرف میری بات کرو.... وہ گیا.... بیوی کے خوف سے اس پر ہارٹ اٹیک ہو گیا ہو گا۔!”

“تم نہیں ڈرتے اپنی بیوی سے۔!”

“میری بیوی.... کہاں کی ہانک رہی ہو....! شوہروں کے خلاف ایک تحریک کا بانی خود شوہر ہونا کیسے گوارا کرے گا۔!”

“تم نشے میں ضرور ہو....! لیکن خطرناک آدمی نہیں معلوم ہوتے۔!”

“شکریہ....! خیر ہاں تو اسکیم یہ ہے کہ تم دونوں اپنے بال کھول دو....! مجھے یہ منارے پسند نہیں ہیں جو تم نے اپنے سروں پر بنا رکھے ہیں۔!”

“واہ کیوں کھول دیں....! پچھتر پچھتر روپے دے کر سیٹ کرائے ہیں بال۔!”

“ڈیڑھ سو روپے مجھ سے لے لو.... لیکن بال کھول دو۔!”

اُن میں سے ایک نے اپنا ہینڈ بیگ کھولنا چاہا۔

“نہیں!” عمران اونچی آواز میں بولا۔ “ہینڈ بیگ زمین پر ڈال دو میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔!”

دونوں نے اپنے ہینڈ بیگ زمین پر گرا دیئے۔ اور اب وہ بہت زیادہ خائف نظر آ رہی تھیں۔

عمران نے صفدر کو آواز دی اور اُس کے آنے پر بولا۔

“ان کے بال کھول دو۔!”

“نہیں.... نہیں.... کیا چاہتے ہو تم لوگ....!” وہ بیک وقت بولیں۔!

“ہم دونوں نفسیاتی مریض ہیں۔ عورتوں کے بال بگاڑ کر تسکین پاتے ہیں اس کیلئے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں۔ صرف بال بگاڑیں گے اور اسکے علاوہ تمہارا بال بھی بیکانہ ہو گا۔!”

“واہ استاد.... کیا لٹریچر فرمایا ہے اس وقت۔!” صفدر ہنس کر بولا۔

“شاعری مت کرو آگے بڑھ کر ان کے بال کھول دو۔ ڈھا دو ان میناروں کو۔!” عمران کا لہجہ فلمی مکالمے ادا کرنے کا سا تھا۔

“کیا آپ سنجیدہ ہیں۔!” صفدر نے پوچھا۔

“جلدی کرو۔!”

“نہیں... نہیں...!” وہ گڑگڑانے لگیں.... اُن میں سے ایک نے رونا بھی شروع کر دیا تھا۔

صفدر نے ایک کے بالوں پر ہاتھ ڈالنا چاہا.... لیکن وہ اس سے لپٹ پڑی۔ عمران نے آگے بڑھ کر اُن کے ہینڈ بیگوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ صفدر نے اُسے دھکا دیا۔ وہ دوسری طرف جا پڑی اور دونوں ہی تلے اوپر نیچے گریں۔

“اچھا ٹھہرو....!” عمران نے صفدر سے کہا۔ “سی ون اور سی ٹو کو بھیج دو....!”

وہ چلا گیا.... دونوں عورتیں فرش پر بیٹھی رہیں۔! دفعتاً ان میں سے ایک نے غصیلی آواز میں کہا۔ “تم دیکھنا اس جگہ کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ شاید تم ہمیں پیشہ ور سمجھتے ہو۔!”

“میں تمہیں انقلاب فرانس کی آخری یادگار سمجھتا ہوں۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ پتہ نہیں تم

دونوں اتنی خائف کیوں ہو..... میں تو اس شعر کی صداقت آزمانا چاہتا ہوں۔

گورے مکھڑے پہ زلفیں نہ بکھرائیے!
چاند بدلی میں چھپ کر ستم ڈھائے گا!

"ہم دونوں ذی حیثیت عورتیں ہیں۔!" وہ عمران کی بکواس کو نظرانداز کرتی ہوئی بولی۔

اتنے میں دو کیم شحیم پہاڑی عورتیں نرسوں کے لباس میں اندر داخل ہوئیں۔

"ان دونوں کے جوڑے کھول دو.....!" عمران نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

"اچھا ساب.....!" ان میں سے ایک بولی اور ان دونوں کو کھڑے ہو جانے کا اشارہ کیا۔

دونوں عورتیں ان سے ہاتھاپائی پر آمادہ نظر آنے لگی تھیں۔ لیکن انہوں نے ذرا ہی سی دیر میں دونوں کو فرش پر گرا دیا اور ان کے بال کھولنے شروع کر دیئے تھے۔

عمران گندی گندی گالیاں سن کر اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے یہ بھی اظہار محبت کا کوئی نیا طریقہ ہو۔ اس کا اپنا ایجاد کردہ۔ اُن کے جوڑے کھلتے ہی دو وزنی چیزیں فرش پر گریں۔

عمران جھپٹ کر انہیں اٹھاتا ہوا بولا۔ "خوب.....!"

"کیا ہے.....؟" صفدر نے اس طرف بڑھتے ہوئے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ٹرانس میٹرز.....!"

"اوہ.....!"

"دلچسپ.....!" عمران انہیں بغور دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔ "بالکل نئی وضع کے ہیں۔!" پھر وہ اُن دونوں ٹرانس میٹرز کو اپنے چہرے کے قریب لا کر غرایا۔ "یہ دونوں اب میرے قبضے میں ہیں۔!"

"تم کون ہو.....؟" ٹرانس میٹروں سے آواز آئی۔

"وہی جس نے کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کو کرائے پر دینے کے لئے اشتہار شائع کرایا تھا۔!" عمران نے جواب دیا۔

"کیا چاہتے ہو.....!"

"جو کوئی بھی ان حرکتوں کی پشت پر ہے اس سے ملاقات.....!"

"ممکن ہے.....؟" آواز آئی۔

"ملاقات کا طریقہ..... کیا ہونا چاہئے۔!"

"فوری طور پر اس کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تم نے جن عورتوں کو پکڑا ہے وہ چیف تک تمہاری رہنمائی نہ کر سکیں گی۔!"

"مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میں تو صرف اس آدمی سے ملنا چاہتا ہوں خواہ کسی طرح بھی ہو۔!"

"اچھی بات ہے۔! کل صبح دس بجے تمہیں جواب مل جائے گا۔! ٹرانس میٹر کا کوئی سوئچ آف کرنے کی ضرورت نہیں۔ انہیں یونہی چلنے دینا۔!"

"بہت اچھا.....!" عمران نے کہا اور سر کو پُر معنی جنبش دی۔

صفدر خاموشی سے اُسے گھورے جا رہا تھا۔ دونوں عورتوں کے چہروں پر مردنی چھا گئی۔

عمران نے پہاڑنوں کو اشارہ کیا کہ اُن دونوں عورتوں کو وہاں سے لے جائیں۔

صفدر نے اُس کے چہرے پر گہرے تفکر کی جھلکیاں دیکھیں۔! وہ بے حد سنجیدہ نظر آیا تھا۔

عورتیں خاموشی سے رخصت ہو گئی تھیں۔! دفعتاً عمران نے صفدر کو بھی باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

برآمدے میں پہنچ کر اس نے آہستہ سے کہا۔ "ڈسپنسری سے شیشے کے دو خالی مرتبان لے آؤ اور فوری طور پر ایک کدال کا انتظام کرو۔ دیر نہ لگانا۔!"

ان چیزوں کی فراہمی میں دو تین منٹ سے زیادہ وقت نہ صرف ہوا تھا۔

اُس نے اُن ٹرانس میٹروں کو شیشے کے مرتبانوں میں رکھ کر اُن کے ڈھکن مضبوطی سے بند کر دیئے تھے۔ پھر صفدر نے اُسے پائیں باغ میں ایک گڑھا کھودتے دیکھا۔

"کیا چکر ہے.....؟" اس نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"ان دونوں کو دفن کرنا ہے۔!"

"کیوں.....؟"

"کام ختم کرنے کے بعد گفتگو ہوگی.....!"

"تھوڑی دیر بعد وہ پھر اسی کمرے میں آبیٹھے جہاں اُن دونوں عورتوں کے جوڑے کھولے گئے تھے۔!"

"چیونگم.....!" وہ صفدر کی طرف چیونگم کا پیکٹ بڑھاتا ہوا بولا۔

"سانس درست کر لو.....! تم ہانپ رہے ہو.....!"

"میں نے جوڑے نہیں کھولے تھے۔!" صفدر مسکرایا۔

”فرض کر لو تم ہانپ رہے ہو.....!“

”لائیے جناب.....!“ صفدر اس سے چیونگم کا پیکٹ لیتا ہوا کراہا۔

”جو لوگ پان نہیں کھاتے انہیں چیونگم استعمال کرنی چاہئے۔ ہر وقت منہ چلاتے رہنا زندگی کی دلیل ہے۔!“

”میں پوچھ رہا تھا ٹرانس میٹر کیوں دفن کر دیئے۔!“

”میرا خیال ہے کہ وہ نہ صرف یہاں کی گفتگو کہیں اور پہنچاتے رہے تھے بلکہ اپنی موجودگی کی سمت بھی اشارہ کرتے رہے ہوں گے۔ اگر میں انہیں دفن نہ کر دیتا۔!“ وہ بات ادھوری چھوڑ کر کچھ سوچنے لگا۔!

کچھ دیر بعد صفدر بولا۔ ”شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں سے ان ٹرانس میٹروں کا تعلق ہے وہ یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ ٹرانس میٹر نشان دہی کر دیں گے۔!“

”ہاں میرا یہی خیال ہے..... خیر کل دس بجے تک اسے بھی دیکھ لیں گے۔!“

”چکر کیا ہے.....؟“

”عرصے سے ان میناروں والیوں کی نگرانی کر تا رہا تھا۔! بالآخر آج ان کا تعلق کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ سے ظاہر ہو گیا۔!“

”میں اس..... نامعقول کوٹھی کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا۔!“

”میں اس وقت کافی پینا چاہتا ہوں۔!“

”بتانا نہیں چاہتے۔!“

”پہلے کافی.....! آج سردی بڑھ گئی ہے۔!“

صفدر کے جاتے ہی عمران نے اپنا جیبی ٹرانس میٹر نکالا اور اس کا سوئچ آن کر کے بلیک زیرو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

اس میں دیر نہیں لگی تھی۔! دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سن کر بولا۔ ”کیا خبر ہے۔!“

”کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کی نگرانی اب بھی جاری ہے۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”اس دوران میں کئی واقعے ہوئے۔! سرِ شام ایک آدمی کوٹھی سے نکلا تھا۔ اس کا تعاقب کیا گیا۔ وہ کریم آباد کے ایک مکان میں داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک وہیں ہے اور مکان کی نگرانی جاری ہے۔ اُس مکان پر ہنری ڈی سوزا کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے۔!“

”دوسرا واقعہ.....!“ عمران نے سوال کیا۔

”دس بج کر پندرہ منٹ پر دو آدمی کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ میں داخل ہوئے اور ٹھیک گیارہ بجے کیپٹن فیاض اور انسپکٹر ماجد چار آدمیوں اور کچھ سامان سمیت کوٹھی سے برآمد ہوئے۔ ان میں سے دو آدمیوں کے ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔! وہ گاڑی میں بیٹھ رہے تھے کہ بقیہ دو آدمی جن کے ہتھکڑیاں نہیں لگی ہوئی تھیں بھاگ نکلے۔!“

”وہ دونوں کون تھے.....؟“ عمران نے پوچھا۔

”ظفر الملک اور جیمسن.....!“

”گڈ.....!“ عمران بولا..... ”اور کچھ.....!“

”نہیں جناب.....!“ بلیک زیرو کی آواز آئی۔

”اچھی بات ہے... کوٹھی کی نگرانی ختم کر دو.. لیکن ہنری ڈی سوزا کے مکان پر نظر رکھی جائیگی۔!“

”بہت بہتر جناب.....!“

”اوور اینڈ آل.....!“ عمران نے کہا اور ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کر دیا۔ کمرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری تھا۔

◆

”سوال یہ ہے کہ ہم کب تک یہاں لیٹے رہیں گے۔!“ جیمسن نے ظفر الملک سے کہا۔

”جب تک کہ ایک نیند لے کر بالکل تر و تازہ نہ ہو جائیں۔!“ ظفر بولا۔

وہ ایک ٹرک کے نیچے سڑک پر لیٹے ہوئے تھے۔!

”نیند آجائے گی آپ کو.....!“ جیمسن نے پوچھا۔

”بھلا میری نیند کو کون روک سکتا ہے۔ تم بھی سو جاؤ۔!“

”جی نہیں! میں عالم خواب سے عالم بالا کی طرف مراجعت کرنے کے لئے تیار نہیں۔!“

”ارے..... ارے..... تو تو بڑی گاڑھی اردو بولنے لگا ہے! مطلب سمجھا اس کا.....!“

”مطلب یہ کہ اگر سوتے وقت کسی نے ٹرک چلا دیا تو کیا ہو گا۔!“

”اسٹیئرنگ ہی نہیں ہے اس میں..... غالباً مرمت کے لئے نکالا گیا ہے اور اس کی حالت

بتاتی ہے کہ کئی دن سے یہیں کھڑا ہے۔!"

"تو پھر میں استراحت فرماؤں۔!"

"جیمسن... اگر اب میں نے تیرے ہاتھ میں اردو کی کوئی کتاب دیکھی تو گردن توڑ دوں گا۔!"

"اردو کا کلاسیکی ادب.... جواب نہیں رکھتا۔ کبھی آپ بھی ٹرائی کیجئے۔!"

"سو جاؤ.... بکواس بند....!"

"لینگویج پلیز....!"

"شٹ اپ....!" کہہ کر ظفر نے کروٹ بدلی اور اونگھنے لگا۔

وہ اس وقت بھاگ نکلے تھے جب کیپٹن فیاض تہہ خانوں سے برآمد ہونے والی چیزیں اور قیدیوں کو لے کر باہر نکلا تھا۔ دو دو بنڈل ان دونوں نے بھی اٹھا رکھے تھے۔

لیکن جیسے ہی فیاض کی گاڑی کے قریب پہنچے بنڈل پھینک چھلانگیں مارتے ہوئے یہ جاوہ جا۔ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ قیدیوں کو ماجد کی نگرانی میں چھوڑ کر فیاض خود اُن کے پیچھے لپکا تھا اور وہ اس ٹرک کے نیچے جا گھسے تھے۔

پھر تھوڑی دیر بعد جب جیمسن نے میدان صاف ہو جانے کی اطلاع دی تھی تو اس نے کہا تھا۔ "اب اس وقت کون باہر نکلے۔ یہیں پڑے رہو۔!"

"لیکن یور ہائی نس....! نیچے زمین کتنی ٹھنڈی ہے۔!"

"تصور کر لو کہ تمہارے چاروں طرف آگ روشن ہے.... نیند آ جائے گی۔!" ظفر نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"نیند یہاں....؟" جیمسن اچھل پڑا۔

"جب تم اس طرح کسی بات پر حیرت ظاہر کرتے ہو تو بالکل الو نظر آتے ہو۔!"

"یہ جو ابھی آپ نے آگ کے تصور کے بارے میں کہا تھا اس کو مراقبہ آتشی کہتے ہیں۔!"

"جیمسن کہیں تیرا دماغ نہ خراب ہو جائے۔!"

"تصوف کے بارے میں بھی پڑھ رہا ہوں۔!"

"اچھا بکواس ختم کرو.... مجھے نیند آ رہی ہے۔!"

لیکن جیمسن پر تھوڑے تھوڑے وقفے سے بکواس کے دورے پڑتے رہے تھے۔

پھر دفعتاً کسی نے اُن کی ٹانگیں پکڑ کر انہیں ٹرک کے نیچے سے گھسیٹ لیا تھا۔

یہ تین آدمی تھے اور قریب ہی ایک لمبی سی کار کھڑی ہوئی تھی۔

"اس بے تکلفی کا مطلب....؟" جیمسن اُن پر غرایا۔

"چپ چاپ نکل چلو....!" ان میں سے ایک بولا۔ "پورے شہر میں تم لوگوں کے لئے پولیس کی گاڑیاں دوڑتی پھر رہی ہیں۔!"

"تم کون ہو....؟" ظفر الملک نے پوچھا۔

"ہمدرد ہی سمجھ لو.... چلو بیٹھ جاؤ گاڑی میں.... تفصیلات میں پڑنے کا وقت نہیں ہے۔!"

"ظفر الملک نے جیمسن کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ سب اُس گاڑی میں بیٹھ گئے اور اجنبیوں میں سے ایک بولا۔ "تم دونوں نے اس وقت عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔!"

◆

دوسری صبح رحمان صاحب کے آفس میں فیاض کی طلبی ہوئی! طلبی نہ ہوتی تو وہ خود ہی کوشش کرتا کہ کسی طرح رحمان صاحب تک رسائی ہو جائے۔

"ٹام براؤن کیس دوبارہ بھیجا گیا تھا.... کیا ہوا اس کا....!" رحمان صاحب نے فیاض کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ سے منشیات کے چھ بڑے پیکٹ برآمد ہوئے ہیں جناب....!"

"اب برآمد ہوئے ہیں....؟" رحمان صاحب کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں.... ٹام براؤن پولیس کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ وہ کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ پر قابض تھا لیکن حقیقتاً اس کا مالک نہیں تھا۔ کوٹھی کے اصل مالک کا پتہ نہ لگنے کی بناء پر وہ مقفل کر کے سیل کر دی گئی تھی۔ لیکن جب فائل دوبارہ میرے پاس آیا تو میں نے پھر اس کوٹھی کی طرف توجہ دی! وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ سیل لگا ہوا قفل بدستور موجود ہے لیکن پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھول لی گئی ہے۔ اندر کا دروازہ بھی مقفل نہیں تھا۔ بہر حال اندر جانے پر پتہ چلا کہ وہ مقفل کر دیئے جانے کے بعد بھی استعمال کی جاتی رہی ہے۔ دو عادی مجرم وہاں ہاتھ آئے۔ اُن سے کسی ہنری ڈی سوزا کا پتہ معلوم ہوا جو ٹام براؤن کے بعد اس بزنس کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اس کے ٹھکانے پر پہنچے تو

وہاں تین لاشیں ملیں۔ ایک ہنری ڈی سوزا کی لاش تھی اور دوسری اس کی بیٹی لوسی کی تیسری لاش کی شناخت ابھی تک نہیں ہو سکی۔! ان دونوں عادی مجرموں کے لئے بھی وہ اجنبی تھا....!"

فیاض خاموش ہو گیا! رحمان صاحب کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے کہا۔ "اس کیس کو محکمہ خارجہ کے سیکریٹری نے دوبارہ شروع کرایا ہے۔!"

"اوہ....!" فیاض بے ساختہ چونک پڑا۔ اُسے فوری طور پر عمران کا خودکشی نامہ یاد آ گیا تھا۔

"بڑی عجیب بات ہے جناب میرے لئے پچھلا دن بے شمار حیرتیں لایا تھا۔!"

"کیا مطلب....؟"

فیاض نے جیب سے عمران کا خط نکالا اور رحمان صاحب کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ کیا ہے....؟"

"ملاحظہ فرمائیے.... یہ حضرت میری عقل چکرا دیتے ہیں۔ اس خط سے کچھ ہی دیر بعد پہلے ٹام براؤن کیس کا فائل میرے پاس پہنچا تھا۔!"

رحمان صاحب نے عمران کا خط پڑھ کر بُرا سا منہ بنایا اور مستفسرانہ نظروں سے فیاض کی طرف دیکھنے لگے۔

"یہی نہیں.... کل ہی کسی نے اس عمارت کو کرایہ پر دینے کے لئے اشتہار بھی شائع کرا دیا تھا لیکن اخبار کے دفتر سے اشتہار شائع کرانے والے کا صحیح نام اور پتہ نہ معلوم ہو سکا۔"

"ہوں.... تو یہ بات ہے....!" رحمان صاحب نے طویل سانس لی۔

"کچھ عجیب ہی اتفاقات پیش آتے رہے ہیں جناب عالی.... میں وہیں تھا کہ دو آدمی اس اشتہار پر وہاں آ پہنچے.... اور عمارت کے متعلق پوچھ گچھ کرنے لگے۔ یہ بھی ہمارے لئے اجنبی نہ تھے۔ نواب مظفر الملک کا بھتیجا ظفر الملک.... یہ بھی عمران کے خاص دوستوں میں سے ہے۔!"

"ظفر الملک آیا تھا....؟"

"جی ہاں.... اور اس کا ملازم....!"

"ہوں.... اچھا.... یہ ہنری ڈی سوزا کون تھا....؟"

"ایک مقامی فرم.... پورچوگیز امپورٹرز کا منیجر.... اُن دونوں ملازموں کے بیان کے مطابق ٹام براؤن کی موت کے بعد سے وہی منشیات کے اس کاروبار کی نگرانی کر رہا تھا۔!"

"کیا تم نے ظفر کو پوچھ گچھ کے لئے روکا تھا....!"

"جی ہاں.... لیکن اس کے خلاف کوئی چارج لگانا ممکن نہیں۔!"

فیاض حتی الوسع کہانی کے اس ٹکڑے کو صاف چھپا جانے کی کوشش کر رہا تھا جس میں خود اُسے تہہ خانوں کی سیر کرنی پڑی تھی۔

رحمان صاحب کچھ دیر خاموش رہ کر بولے۔ "میں نے تمہیں اس لئے بلایا تھا کہ کیس کے دوبارہ شروع کئے جانے کی وجہ تمہیں بتا دوں تاکہ تم محتاط رہ کر کام کر سکو....!"

"لیکن آخر محکمہ خارجہ کا اس سے کیا تعلق....؟ ٹام براؤن ایک غیر ملکی تھا۔ پولیس کے ہاتھوں مارا گیا.... گروہ ٹوٹ گیا۔!"

"گروہ ٹوٹ گیا....؟" رحمان صاحب پر تنفر لہجے میں بولے۔ "تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ ابھی کچھ دیر ہی پہلے تم مجھے کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کی کہانی سنا رہے تھے۔!"

"میں معافی چاہتا ہوں....!" فیاض گڑگڑایا۔ "میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ دراصل پے در پے.... واقعات....!"

"خاموش رہو....!" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "تمہیں شرم آنی چاہئے کہ دوسرے محکمے تمہاری غلطیوں کی طرف توجہ دلانے لگے ہیں۔!"

"مم.... میں.... اپنی غفلت پر شرمندہ ہوں جناب....!"

"بس جاؤ....!" رحمان صاحب نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔

فیاض چپ چاپ اٹھا اور باہر نکل آیا۔ اس کے دانت سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ اگر اس وقت کوئی ماتحت ہوتا تو اُسے عرصے تک پچھتانا پڑتا!

◆

ظفر الملک کراہ کر اٹھ بیٹھا.... جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی محسوس ہوا تھا جیسے پورا جسم پھوڑا بن گیا ہو!

طویل انگڑائی کے ساتھ اس نے برابر والے بستر پر نظر ڈالی۔ جیمسن بے خبر سو رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اس وقت اسے اس کی ڈاڑھی مضحکہ خیز معلوم ہوئی۔ عجیب انداز میں ہل رہی تھی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ ڈاڑھی سے سانس لے رہا ہے۔

تھوڑی دیر تک وہ اُسے دیکھتا رہا پھر اپنے بستر سے اٹھا اور اُسے جھنجھوڑ ڈالا۔

"واٹ از دیٹ....؟" جیمسن ہڑبڑا کر اٹھتا ہوا دہاڑا۔

"اردو.... اردو....!"

"میں اپنی اس ازخود رفتگی پر محجوب ہوں۔!" جیمسن آہستہ سے بولا۔

ظفر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔!

اُس نے جھپٹ کر دروازہ کھول دیا اور پھر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ آیا۔ ایک بہت خوبصورت لڑکی سامنے کھڑی تھی اس نے فرانسیسی لہجے والی انگریزی میں اُس سے کہا۔ "تم لوگ کتنی دیر میں فارغ ہو سکو گے۔! میز پر ناشتہ لگانا ہے۔!"

"ابھی.... ابھی.... بہت جلد....!" ظفر نے کہا اور لڑکی چلی گئی۔

"فرانسیسی معلوم ہوتی ہے۔!" جیمسن بولا۔

دس منٹ کے اندر اندر وہ ناشتے کے لئے تیار ہو گئے۔!

وہی لڑکی پھر آئی اور انہیں ڈائننگ روم کا راستہ بتاتی ہوئی بولی۔ "اپنی مدد آپ کرو۔ میں اس وقت بالکل تنہا ہوں اور مجھے دوسرے کام بھی کرنے ہیں۔!"

"شکریہ.... شکریہ....!" جیمسن نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"اگر تم لوگ چاہو تو ناشتے کے بعد میری بھی مدد کر سکتے ہو۔!"

"یقیناً.... ہم ہر قسم کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔!"

پچھلی رات جو اجنبی انہیں ٹرک کے نیچے سے نکال کر یہاں لائے تھے ان میں سے کوئی بھی اس وقت نہ دکھائی دیا۔ ناشتے کی میز پر صرف وہی دونوں تھے۔!

"یہ خوانہائے رنگارنگ....!" جیمسن سر ہلا کر بولا۔ "کاش سامعہ نواز ہوتی صدائے چنگ.... ہوگا اس میں بھی کوئی حیلہ فرنگ....!"

"کیا بک رہا ہے....؟" ظفر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"آجکل آغا حشر کے ڈرامے بھی پڑھ رہا ہوں۔!" جیمسن نے لاپروائی سے کہا اور ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔

"پتہ نہیں یہ نیک دل لوگ کون ہیں جنہوں نے ہمیں باسی روٹی سے بچالیا۔!" ظفر کا لہجہ بے حد غم ناک تھا۔

"بدرگاہِ قاضی الحاجات بعد مناجات میں نے پچھلی شب یہ عرضداشت پیش کی تھی کہ ٹومارو نیور کمس (Tomorrow Never Comes) جو کچھ بھی عطا کرنا ہے آج ہی عطا کردے۔

"کلاسیکی اردو میں انگریزی کیوں ٹھونک ماری تو نے۔!" ظفر آنکھیں نکال کر بولا۔

ناشتہ کر کے وہ دونوں لڑکی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تاکہ اُس کی مدد کر سکیں۔

لیکن پوری عمارت میں اُن دونوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔

وہ بیرونی برآمدے تک آگئے۔ باہر لان بھی سنسان تھا اور جب پھاٹک پر پہنچے تو جیمسن "یا مظہر العجائب....!" کا نعرہ مار کر اچھل پڑا۔ کیونکہ بائیں جانب لگی ہوئی نیم پلیٹ پر "ظفر الملک ایم ایس سی" تحریر تھا۔ پھر وہ ظفر کے سامنے تعظیماً جھکتا ہوا بولا۔ "یور ہانس! خادم حاضر ہے۔!"

ظفر خاموش کھڑا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"اندر تشریف لے چلیں یور ہائی نس....!" جیمسن پھر بڑے ادب سے بولا۔

"کیا چکر ہے....؟" ظفر سر کھجاتا ہوا بڑبڑایا۔

"میں سینکڑوں بار آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اس خطرناک آدمی کے چکر سے نکلئے ورنہ کسی دن گردن کٹ جائے گی۔!"

"بکواس بند کرو....!"

"مجھے کوئی دلچسپی نہیں یور ہائی نس.... میرا خیال ہے کہ میں نے ایک کمرے میں لائبریری دیکھی تھی.... ہو سکتا ہے اردو کی بھی کچھ کتابیں ہوں۔! میرا وقت بہر حال اچھا گذرے گا۔!"

ظفر کچھ نہ بولا۔

وہ دونوں پھر اندر چلے آئے... یہاں سچ مچ ایک کمرے میں کتابوں کی الماریاں بھی موجود تھیں۔ ظفر نے اُن کا سرسری جائزہ لیا۔ لیکن جیمسن کو ایک میں اردو کی کچھ کتابیں بھی مل گئیں اور وہ بڑے انہماک سے ان کی ورق گردانی کرنے لگا۔

اتنے میں گھنٹی کی آواز گونجی اور وہ دونوں چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

"دیکھو.... کون ہے....؟" ظفر نے جیمسن سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں یہاں بھی سکون سے مطالعہ جاری نہ رکھ سکوں گا۔!" جیمسن نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد واپس آکر بولا۔ ”وہی محترمہ ہیں جو ہمیں ناشتے کی میز پر تنہا چھوڑ کر...!“

”تو اس طرح گھنٹی بجا کر آنے کی کیا ضرورت تھی۔!“

”فرماتی ہیں پہلے میری حیثیت اور تھی اب کچھ اور ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”جا کر سمجھ لیجئے.... میں فسانۂ عجائب پڑھ رہا تھا۔ جان عالم نے طوطا خرید لیا ہے۔!“

”اور تو افیون کی دو چار گولیاں خرید لے۔!“ ظفر نے کہا اور ڈرائنگ روم کی طرف چل دیا۔

وہ لڑکی اُسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ انداز مؤدبانہ تھا۔ صبح کی گفتگو کے انداز سے بالکل مختلف!

”اب میں آپ کی سیکریٹری ہوں....!“ اُس نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ کہا۔

”اور ناشتے سے پہلے کیا تھیں....؟“

”اُس وقت میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کی حیثیت کیا ہے۔!“

”اور اب....؟“

”آپ میرے باس ہیں....!“ وہ دلآویز انداز میں مسکرا کر بولی۔ ”اور خدا کا شکر ہے انگریزی بول اور سمجھ سکتے ہیں۔!“

”تم فرانسیسی ہو....!“

”جی ہاں....!“

”میرا خیال ہے کہ تم انگریزی بولنے میں بھی تکلیف محسوس کرتی ہو۔!“ ظفر الملک نے فرانسیسی میں کہا۔ ”لہٰذا میں تمہاری مادری ہی زبان میں گفتگو کرنا زیادہ پسند کروں گا۔!“

”اوہ خدایا.... میں کتنی خوش قسمت ہوں.... آپ فرانسیسیوں کے سے انداز میں میری زبان بول رہے ہیں۔!“

”تم لوگوں کو میرا نام کیسے معلوم ہوا....؟“

”اُوہ.... میں سمجھی.... شائد آپ اپنے نام کی تختی پھاٹک پر دیکھ کر متحیر ہیں۔!“

”کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے۔!“

”بالکل نہیں.... آپ کی جیب میں آپ کا وزیٹنگ کارڈ موجود تھا۔!“

”لیکن اسکی کیا ضرورت تھی... تم لوگوں کا اتنا ہی احسان کافی تھا کہ چھت میسر آگئی تھی۔!“

”پولیس تھی تمہارے پیچھے۔!“

”وہ لوگ خواہ مخواہ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ہمیں کرائے پر ایک بڑے مکان کی ضرورت تھی۔ جس میں کم از کم دس آدمی رہ سکیں۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ مکان پولیس کسٹڈی ہے۔ کچھ بھی ہو میں اپنے ان ہمدردوں کا ممنون ہوں۔ پچھلی رات وہ تین آدمی تھے۔!“

”وہ سب میری ہی طرح باس کے ملازم ہیں۔!“

”باس....؟ کون باس....!“

”آپ میرے باس ہیں۔ فی الحال اس سے سروکار رکھئے۔! خود کو الجھن میں ڈالنے سے کیا فائدہ۔!“

”ہوں....!“ ظفر نے شانوں کو جنبش دی۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور لڑکی نے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔ ”الو“ کہہ کر وہ صرف سنتی رہی کچھ بولی نہیں.... بالآخر ریسیور کریڈل پر رکھ کر ظفر کی طرف مڑی۔!

”مجھے ہدایت ملی ہے کہ آپ دونوں کو آرام کرنے کا مشورہ دوں۔!“ اُس نے کہا۔

”کس سے ہدایت ملی ہے....؟“

”باس سے....!“

”میں اپنے محسن کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہوں گا۔!“

”میرا مشورہ ہے کہ آپ اس چکر میں نہ پڑیں۔ ویسے آپ لوگ بے حد خوش قسمت ہیں کہ باس خود بخود آپ پر مہربان ہو گیا ہے۔!“

”ان کی اس عنایت کی وجہ ہی بتادو....!“

”وہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے معمہ ہے.... اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی۔!“

”خیر....!“ ظفر نے طویل سانس لی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

◆

صفدر بُری طرح چکرایا ہوا تھا۔ عمران نے ابھی تک اسے پوری بات نہیں بتائی تھی۔! پچھلی رات جب وہ کافی تیار کر کے کمرے میں واپس آیا تھا تو عمران وہاں نہیں ملا تھا۔ پھر بقیہ رات صفدر نے وہیں بسر کی۔ صبح اٹھا تو معلوم ہوا کہ جب وہ سو رہا تھا عمران اُن دونوں عورتوں کو بھی وہاں سے کہیں اور لے گیا۔

پھر اس نے سوچا کہ خود اُسے بھی وہاں سے چل دینا چاہئے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کر سکا تھا کیونکہ اس کی گاڑی عمران لے گیا تھا۔ آٹھ بجے تک وہ جھنجھلاہٹ کا شکار رہا۔ پھر کچھ کر گذرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ عمران دکھائی دیا لیکن وہ تنہا تھا۔

"ناشتہ میرے ساتھ کرنا....!" وہ قریب آکر آہستہ سے بولا تھا۔

"شکریہ....!" صفدر کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"چلو چھوڑو.... ڈیڈی سے خفا نہیں ہوا کرتے۔!" عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف کھینچ لے گیا تھا۔

اب وہ کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑے جا رہے تھے اس بار خود عمران ڈرائیو کر رہا تھا۔

"پچھلی سیٹ پر رکھی ہوئی باسکٹ میں ناشتے کا سامان موجود ہے۔!" اُس نے صفدر سے کہا۔

صفدر نے باسکٹ اٹھائی اور خاموشی سے کھاتا رہا۔ پھر تھرموس سے کافی انڈیلی اور ایک سگریٹ سلگا کر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔

لیکن اس نے عمران سے یہ نہ پوچھا کہ اب وہ کہاں جا رہے ہیں۔!

"دونوں عورتیں تمہیں بے تحاشہ یاد کر رہی تھیں۔!" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"جہنم میں جائیں....!"

"تمہیں ساتھ لئے بغیر ہرگز نہ جائیں گی کیونکہ تم نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں خود کو بحیثیت محبوب پیش کیا تھا۔!"

"لیکن میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی حماقت سرزد نہیں ہوئی تھی کیونکہ میری وہی حرکت آپ کی کامیابی کا باعث بنی۔!"

"اسی لئے تو میں حماقتوں کا پرچار کرتا ہوں کیونکہ عموماً یہی کار آمد ہوتی ہیں۔ آج کی حماقت کل کا فلسفہ کہلاتی ہیں۔!"

"لیکن میری کل کی حماقت آج مجھے خود کو اُلو سمجھنے پر مجبور کر رہی ہے۔!"

"کیوں تمہیں اس سے کیا نقصان پہنچا ہے۔!"

"جو کچھ کھایا ہے خدارا اُسے ہضم ہو جانے دیجئے۔!" صفدر زچ ہو کر بولا۔

عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ کار سڑک سے کچے راستے پر اتار دی گئی تھی۔

جس کے دونوں اطراف میں دور دور تک گھنی جھاڑیاں تھیں۔!

صفدر نے اب بھی نہ پوچھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔!

"ریوالور ہے....؟" عمران نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ہے....!" صفدر اپنا بغلی ہولسٹر ٹٹولتا ہوا بولا۔

ایک جگہ عمران نے گاڑی جھاڑیوں کے اندر موڑ دی اور اُسے کچھ دور لے جا کر انجن بند کر دیا۔

"اب اُتر چلو....!" اُس نے صفدر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

پھر اُس نے ڈکے سے ایک وزنی سوٹ کیس نکالا اور وہ دونوں جھاڑیوں سے نکل کر پھر کچے راستے پر آ گئے۔ صفدر نے مڑ کر دیکھا.... گاڑی جھاڑیوں میں اس طرح چھپ گئی تھی کہ اُس کے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں تھا۔!

"اب پیدل کتنی دور چلنا پڑے گا۔!" صفدر نے پوچھا۔

"بس تھوڑی دور.... کیا تم ادھر کبھی نہیں آئے۔!"

"میرا خیال ہے کہ کبھی نہیں....!"

"اُدھر....!" عمران بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ایک چھوٹی سی عمارت ہے جس پر ایکسٹو کا قبضہ ہے۔!"

"اور وہ زیادہ تر آپ کے استعمال میں رہتی ہے۔!" صفدر مسکرایا۔

"باتوں کا وقت نہیں ہے۔!" عمران گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "ساڑھے نو بجے ہیں۔ آدھے گھنٹے بعد وہ نامعلوم آدمی مجھ سے ٹرانس میٹر پر گفتگو کرے گا اس نے پچھلی رات وعدہ کیا تھا۔!"

"لیکن ٹرانس میٹر تو نمبر پانچ میں دفن ہیں...."

"نہیں....!" عمران نے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا جسے ہاتھ میں لٹکائے چل رہا تھا۔

کچھ اور آگے چل کر کچا راستہ دو سمتوں میں تقسیم ہو گیا۔ اب وہ بائیں جانب مڑے تھے۔

اور پھر جلد ہی وہ اس چھوٹی سی عمارت تک جا پہنچے جس کا تذکرہ عمران نے کچھ دیر پہلے کیا تھا۔ وہ اسطرح گھنے درختوں کے درمیان چھپی ہوئی تھی کہ کچے راستے پر سے نہیں دیکھی جا سکتی تھی۔

اُس کی دیواریں بھی زیادہ اونچی نہیں تھیں۔!

"آخر....! یہاں عمارت کا کیا مقصد....!" صفدر بڑبڑایا۔

جس جگہ وہ رکے تھے اس طرف کی دیوار میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں تھا۔

عمران وہیں زمین پر بیٹھ کر سوٹ کیس کھولنے لگا۔ سوٹ کیس سے ایک دوسرا بکس بر آمد ہوا.... دراصل یہ وزن اسی بکس کا تھا۔ اس بکس کے کھلنے پر صفدر کو اس میں وہی دونوں ٹرانس میٹر نظر آئے جنہیں عمران نے پچھلی رات دفن کر دیا تھا۔

عمران نے انہیں بکس سے نکال کر کوٹ کی جیبوں میں ڈالا اور اپنے جوتے اتار دیئے۔

اور پھر صفدر نے دیکھا کہ وہ قریب ہی کے ایک درخت پر چڑھ رہا ہے۔

کچھ دیر بعد وہ اترا اور سوٹ کیس اٹھاتا ہوا صفدر سے بولا۔ ”آؤ اب وہیں واپس چلیں جہاں گاڑی کھڑی کی تھی۔!“

”یہ آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔!“

”ابھی تو کچھ بھی نہیں.... نتیجہ بر آمد ہونے کے بعد ہی بتا سکوں گا۔!“

”عورتیں کہاں ہیں....؟“ صفدر اس کے پیچھے جھپٹتا ہوا بولا۔ عمران کی رفتار خاصی تیز تھی۔ صفدر پیچھے رہ گیا تھا۔

”عورتیں کہاں نہیں ہیں....!“ جواب ملا۔

صفدر بھنا کر رہ گیا۔ بڑی تیز رفتاری سے وہ اس جگہ پہنچے تھے جہاں گاڑی کھڑی کی تھی۔

”اُن ٹرانس میٹروں کا سسٹم عجیب ہے لیکن میں ان سے اپنا ایک ایسا آپریٹس اٹیچ کر آیا ہوں کہ اپنے ٹرانس میٹر پر بھی کال ریسیو کر سکوں گا۔!“ عمران جیبی ٹرانس میٹر نکالتا ہوا بولا اور اس کا سوئچ آن کر دیا۔

وہ بار بار گھڑی بھی دیکھے جا رہا تھا۔ ٹھیک دس بجے ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔ ”ہیلو.... ہیلو.... ان نون.... ہیلو.... ان نون.... ان نون.... ہیلو.... دس بجے ہیں۔!“

”ہیلو.... اٹ از اَن نون....!“ عمران بولا۔

”تم کون ہو....!“ آواز آئی۔

”اگر یہ بتانا ہوتا تو پچھلی رات ہی بتا دیتا۔!“ عمران بولا۔ ”دونوں عورتیں محفوظ اور بخیریت ہیں۔!“

”تم کیا چاہتے ہو....!“

”پچھلی رات بھی میں نے تمہارے چیف سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی۔!“

”جب تک کہ مقصد نہ معلوم ہو.... یہ ناممکن ہے۔!“

”میں نے سنا ہے کہ وہ بہت خوب صورت آدمی ہے لیکن مجھے یقین نہیں آتا۔!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔!

”تم اس وقت کہاں ہو! آواز آئی۔!“

”میں تمہیں اپنا صحیح پتہ نہیں بتا سکتا۔!“

”پھر ہمارے چیف کو کیسے دیکھ سکو گے۔!“ آواز آئی۔

”تم ہی کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ میری جان بھی نہ جائے اور تمہارے چیف کو بھی دیکھ لوں۔!“

”اچھی بات ہے....!“ آواز آئی۔ ”ٹھیک گیارہ بجے دوبارہ گفتگو ہو گی۔ میں چیف سے مزید گفتگو کئے بغیر کوئی صحیح جواب نہیں دے سکتا۔!“

عمران نے پُر معنی انداز میں سر کو جنبش دی اور ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کر کے جیب میں ڈال لیا۔

”مجھے یقین ہے کہ اُن کے ٹرانس میٹر اُن کی صحیح راہنمائی کریں گے۔!“

”کیا مطلب....؟“

”وہ اس درخت تک پہنچ جائیں گے جس پر میں نے دونوں ٹرانس میٹر رکھے ہیں۔!“

”تو کوے اڑتے پھر رہے ہیں۔ کبھی آپ کے اندازے غلط بھی ہوئے ہیں۔!“

”صرف ایک بار.... ایک اندازہ غلط ثابت ہوا تھا۔ جسے آج تک بھگت رہا ہوں۔!“

”اوہو.... یقیناً دلچسپ کہانی ہو گی۔!“

”دو جملوں کی کہانی ہے۔!“

”اتنی مختصر....؟“

”ہاں سنو.... میرا خیال تھا کہ پیدا نہ ہو سکوں گا.... لیکن ہو گیا۔!“

”میں اس پر قہقہہ لگاؤں یا سر پیٹوں....!“

”میں اب تمہارا سر پیٹنا شروع کر دوں گا.... جو تجربہ میں نے کیا ہے اُس کے نتیجے کے لئے ناک پر ہاتھ.... اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ ہمیں کچے راستے کے قریب ہی رہنا چاہئے۔!“

صفدر پھر خاموشی سے اُسکے ساتھ چلنے لگا اور وہ کچے راستے کے قریب والی جھاڑیوں میں آ چھپے۔

دفعتاً صفدر نے محسوس کیا کہ جیسے عمران کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

اور پھر ذرا ہی سی دیر میں وہ آواز اُسے بھی سنائی دے گئی۔ آواز بلاشبہ کسی ہیلی کوپٹر کی تھی۔

اب عمران صفدر کا ہاتھ پکڑے ایک طرف گھسیٹے جا رہا تھا۔ اپنی گاڑی سے کافی دور نکل جانے کے بعد عمران رک کر مڑا۔

“اوہ دیکھو....!” اس نے صفدر کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر کہا۔ “ہیلی کوپٹر اسی درخت کے اوپر چکر لگا رہا ہے.... بیٹھ جاؤ.... بیٹھ جاؤ۔!”

صفدر کا بھی یہی اندازہ تھا کہ وہ اس عمارت کے اوپر ہی منڈلا رہا ہے۔

“اس ہیلی کاپٹر میں یقینی طور پر کوئی ایسا آپریٹس موجود ہے جس نے یہاں اُن ٹرانس میٹروں کی نشاندہی کی ہے۔!” عمران پھر بولا۔

“لیکن! یہ تو محکمہ زراعت کا ہیلی کاپٹر معلوم ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ کھیتوں پر جراثیم کش دوا چھڑکی جاتی ہے۔!” صفدر اُسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔

“کئی ملک ہمیں زراعتی ترقی میں مدد دے رہے ہیں اور کئی ملکوں کے ایسے ہیلی کاپٹر محکمہ زراعت کے پاس موجود ہیں نہ صرف ہیلی کاپٹر بلکہ غیر ملکی ماہرین زراعت بھی۔!”

دفعتاً اس جگہ سے گہرے دھوئیں کا بادل فضا میں بلند ہوتا نظر آیا جہاں وہ چھوٹی سی عمارت تھی اور ہیلی کاپٹر مغرب کی طرف اڑتا چلا گیا۔

“یہ دھواں.... لیکن کیا کوئی دھماکہ ہوا تھا۔!” صفدر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

“نہیں.... کوئی دھماکہ نہیں ہوا.... لیکن دھماکے کے بغیر یہ ناممکن ہے۔!”

“تو پھر کیا ہوا....؟”

“پتہ نہیں.. مجھے خود حیرت ہے۔! دھماکے کے بغیر فوری طور پر اس قسم کا دھواں ناممکن ہے۔!”

اچانک ہیلی کاپٹر کی آواز کا رخ بدلتا ہوا سا محسوس ہوا۔

“کیا وہ پھر واپس آ رہا ہے۔!” صفدر چونک کر بولا۔

“اگر ٹرانس میٹر محفوظ ہیں تو یہ ممکن ہے.... اٹھو.... اور پھر بھاگو.... میرا خیال ہے کہ اب وہ بڑے بڑے چکر لے رہا ہے۔!”

عمران کا خیال غلط نہیں نکلا تھا۔ ذرا ہی دیر بعد انہوں نے دوسری جگہ سے دھواں اٹھتے دیکھا۔

اس بار دھماکہ بھی ہوا تھا اور انہوں نے دوڈھائی فرلانگ کے فاصلے سے آنچ بھی محسوس کی تھی۔

“گاڑی ختم!” عمران بڑبڑایا۔ “یہ ٹینکی پھٹنے کا دھماکہ تھا اور اب یہ نامعقول یہاں نہیں ٹھہرے گا۔!”

یہ اندازہ بھی غلط نہ نکلا.... ہیلی کاپٹر کی آواز بتدریج دور ہوتی جا رہی تھی۔

پھر کچھ دیر بعد فضا پہلے ہی کی طرح پر سکون ہو گئی۔ البتہ دھواں چاروں طرف پھیل رہا تھا۔

“اب کیا خیال ہے....!” صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

“سوچ رہا ہوں کہ اس گاڑی کے بدلے تمہیں کون سی گاڑی دلوائی جائے۔!”

“فی الحال کہیں سے دو ٹٹو فراہم کیجئے.... تاکہ ہمیں پیدل نہ چلنا پڑے۔!”

“ابھی کام ختم نہیں ہوا۔!”

صفدر کچھ نہ بولا۔ عمران کہتا رہا۔ “زرعی ترقی کا ایک مرکز یہاں کہیں قریب ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی اس دھوئیں کی طرف متوجہ ہو کر ادھر آ نکلے.... لہٰذا تمہارے لئے ایک تجویز ہے اس پر عمل کر کے تم پیدل چلنے سے بچ جاؤ گے۔!”

◆

زرعی ترقی کے مرکز سے دھوئیں کے بادل صاف دکھائی دے رہے تھے۔ لوگوں کو اس سے متعلق تشویش تھی۔

اتنے میں انہیں وہ ہیلی کاپٹر دکھائی دیا جو کچھ دیر پہلے کھیتوں پر دوائیں چھڑکنے کے لئے لے جایا گیا تھا۔

ہیلی کوپٹر نے لینڈ کیا اور اس پر سے دو سفید فام غیر ملکی اترے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے جھاڑیوں کے درمیان سے ایسا دھواں اٹھتے دیکھا ہے جیسے کوئی عمارت جل رہی ہو۔!

ان لوگوں نے آس پاس کسی عمارت کی موجودگی سے لاعلمی ظاہر کی۔ پھر ایک آدمی بولا۔

“کچھ بھی ہو.... ہمیں دھوئیں کی وجہ معلوم کرنی چاہئے۔!”

“یقیناً.... یقیناً....!” غیر ملکی بولا۔ “لیکن درختوں کے جھنڈ سے نیچے نہیں دیکھا جا سکتا۔ لینڈ کرنے کی کوئی جگہ نہیں.... ہم نے لمبا چکر لگا کر دیکھا تھا۔!”

“کوشش تو کرنی ہی چاہئے۔!”

وہاں دو ہیلی کوپٹر اور بھی موجود تھے۔

آخر یہ طے پایا کہ تینوں ہیلی کوپٹر ایک ساتھ اڑیں اور دھوئیں کے آس پاس لینڈ کرنے کی جگہ تلاش کریں۔ دونوں غیر ملکی اس پر متفق نہ ہو سکے۔

"ہم اب نہیں جا سکیں گے۔!" انمیں سے ایک بولا۔ "تم میں سے جو بھی جانا چاہے جا سکتا ہے۔!"

مقامی آدمیوں میں صرف ایک پائلٹ تھا اسلئے صرف ایک ہی ہیلی کوپٹر استعمال کیا جا سکا۔

اس پر دو آدمی اور بیٹھے تھے اس نے دھوئیں کے گرد ایک چکر لگایا۔ دوسرے چکر میں پرواز کا دائرہ کچھ اور وسیع کرتے ہوئے پائلٹ نے کہا۔

"مجھے نیچے کوئی آدمی دکھائی دیا تھا۔!"

"کدھر....؟" دوسرے نے چیخ کر پوچھا۔

"ٹھہرو!" پائلٹ نے کہا اور پھر چکر لگاتے ہوئے ایک جگہ ہیلی کاپٹر کو فضا ہی میں روک دیا۔

"وہ دیکھو.... بائیں جانب.... کوئی آدمی ہاتھ ہلا رہا ہے۔!"

"لیکن اُدھر جھاڑیوں میں لینڈ کرنے کی جگہ نہیں ہے۔!"

"کچھ.... اور آگے بڑھا کر سیڑھی پھینکو....!"

"ہاں.... یہ ٹھیک ہے۔!"

انجن کے شور کی وجہ سے چیخ چیخ کر گفتگو کر رہے تھے۔

ہیلی کوپٹر کو بائیں جانب کچھ اور بڑھا کر رسیوں کی سیڑھی نیچے پھینکی گئی اور وہ آدمی اوپر چڑھنے لگا۔ بالآخر انہوں نے اُسے ہیلی کوپٹر میں کھینچ لیا۔

"مم.... میں.... تباہ ہو گیا.... برباد ہو گیا۔!" وہ ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "میری تجربہ گاہ جل گئی.... راکھ کا ڈھیر ہو گئی.... میں کیا کروں۔!"

"کوئی اور بھی ہے....!" ایک آدمی نے پوچھا۔

"نہیں میں تنہا تھا.... لیکن آگ کیسے لگی میں نہیں جانتا۔ بتاؤ میں کیا کروں۔ میری تین سال کی محنت برباد ہو گئی۔!"

"کیا اب ہم آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔!"

"کچھ نہیں... اب کیا مدد کرو گے۔ اب تو ایسا لگتا ہے جیسے... وہ بارود کی دیواریں رہی ہوں۔!"

"ہم نے دھماکہ بھی سنا تھا۔!"

"عمارت میں کوئی دھماکہ نہیں ہوا تھا.... لیکن کہیں قریب ہی ہوا تھا اوہ وہ ادھر کیسا دھواں ہے.... میرے خدا کیا میری گاڑی بھی تباہ ہو گئی۔!"

"کیا گاڑی کہیں اور تھی....؟"

"ہاں عمارت تک نہیں لائی جا سکتی تھی۔ اُسے دور جھاڑیوں میں پارک کیا تھا۔!"

ہیلی کوپٹر دوسری طرف بڑھا.... اور بدحواس آدمی نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا۔ بلاشبہ میری کار بھی تباہ ہو گئی۔ دھماکہ اُس کی ٹینکی پھٹنے سے ہوا ہو گا۔ یہ سب کیا ہے یہ سب کیا ہے.... بتاؤ مجھے بتاؤ۔!"

وہ چیختے چیختے نڈھال ہو کر گر گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بے ہوش ہو گیا ہو۔!

اسی حالت میں اسے لے کر وہ مرکز کی عمارت میں پہنچے۔ اُسے ایک آرام دہ بستر پر لٹا دیا گیا دونوں غیر ملکی بھی وہاں موجود تھے۔ پائلٹ انہیں بیہوش آدمی کے متعلق بتانے لگا۔

"کیسی تجربہ گاہ تھی....؟" ایک نے پوچھا۔

"یہ بتانے سے پہلے ہی وہ بیہوش ہو گیا تھا۔!"

"اسے ہوش میں لاؤ.... پولیس کے حوالے کریں گے۔ اس نے غیر قانونی طور پر آتش گیر مادوں کا ذخیرہ کر رکھا ہو گا۔!" غیر ملکی بولا۔

وہ اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"تم کون ہو....؟" غیر ملکی نے آگے بڑھ کر تحکمانہ لہجے میں سوال کیا۔

"مم.... میں.... صفدر سعید ہوں۔ ڈاکٹر صفدر سعید.... تباہ ہو گیا۔ ساری محنت ضائع ہو گئی۔ اب مجھے دنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہی۔ سب کچھ جہنم میں جائے۔!"

اتنے میں ایک لڑکی شور مچاتی کمرے میں داخل ہوئی۔ یہ بھی غیر ملکی ہی تھی۔ یہاں بھیڑ دیکھ کر یکلخت خاموش ہو گئی اور مستفسرانہ نظروں سے ایک ایک کی طرف دیکھنے لگی۔

دونوں غیر ملکیوں نے ہاتھ ہلا کر اُسے واپس جانے کا اشارہ کیا تھا لیکن وہ کھڑی رہی۔

"تم کیسی تباہی کا ذکر کر رہے تھے۔!" غیر ملکی نے صفدر سے پوچھا۔

"میری تجربہ گاہ تباہ ہو گئی.... میری گاڑی تباہ ہو گئی۔ میں نہیں جانتا یہ سب کیونکر ہوا۔!"

”کس قسم کی تجربہ گاہ تھی۔!“

”میں چوہوں کی ایک نسل پر تجربہ کر رہا تھا۔!“

”کس قسم کا تجربہ تھا.... ؟“

”میں اس وقت تفصیل سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ ! میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔!“

”تمہاری تجربہ گاہ میں آتش گیر مادہ تھا.... ؟“

”یہ جھوٹ ہے.... اگر کوئی ثابت کر دے تو پھانسی پر چڑھ جانے کو تیار ہوں۔!“ صفدر نے چیخ کر کہا اور جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔

”تمہیں پولیس اسٹیشن چلنا پڑے گا۔!“

”میں کیا کوئی چور ہوں.... چلو جہاں چلتے ہو....!“ وہ بستر سے اُتر آیا۔

دونوں غیر ملکیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اُس لڑکی کی طرف متوجہ ہو گئے جو اب بھی دروازے میں کھڑی تھی۔

انہوں نے اس کو کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔ دفعتاً وہ آگے بڑھ کر بولی۔!

”کیا قصہ ہے.... ؟“

”غیر قانونی طور پر ذخیرہ کئے ہوئے آتش گیر مادے میں آگ لگ گئی۔!“ ایک سفید فام بولا۔

”یہ جھوٹ ہے....!“ صفدر پھر حلق پھاڑ کر چیخا۔

”مجھے پوری بات بتاؤ....!“ لڑکی دونوں کو باری باری سے دیکھ کر بولی۔

”کیا تم لوگ میرا تماشہ بناؤ گے۔!“ صفدر غرایا۔ ”تمہیں مجھ سے ہمدردی ہونی چاہئے۔!“

”تم مجھے بتاؤ کیا بات ہے.... ؟“ لڑکی آگے بڑھ کر نرم لہجے میں بولی۔

”میرا سب کچھ تباہ ہو گیا۔!“

”مجھے افسوس ہے.... چلو تم میرے ساتھ چلو.... یہ سب جنگلی ہیں انہیں کھیتی باڑی کے علاوہ دنیا کی اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں۔!“

”رینا....!“ ایک غیر ملکی نے غصیلے لہجے میں لڑکی کو مخاطب کیا۔

”تم چپ رہو.... میں نے بھی دھواں دیکھا تھا۔!“ لڑکی نے سرد لہجے میں کہا اور صفدر کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔ ”چلو....!“

کلائی پر اس کی گرفت مضبوط تھی اور وہ اُسے کھینچے لئے جا رہی تھی۔

اس عمارت سے تھوڑے فاصلے پر ایک عمارت اور تھی۔ وہ اُسے اُس عمارت میں لائی.... اور ایک کمرہ میں بٹھا کر خود باہر چلی گئی۔ صفدر پُر تجسس نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

عمران کی ہدایت کے مطابق اس نے یہ سب کچھ کیا تھا اور اب نتیجے کا منتظر تھا۔

لڑکی کچھ دیر بعد واپس آ گئی اس کے ہاتھوں پر ایک کشتی تھی جس میں چائے کے لوازمات نظر آ رہے تھے۔

”ڈاکٹر سعید پلیز.... اپنی مدد آپ کرو....!“ وہ مسکرا کر بولی۔ ”میں نہیں جانتی کہ تم کس قسم کی چائے پیتے ہو۔!“

”میں چائے پیئوں گا.... اس وقت.... ؟ نہیں ہرگز نہیں.... اتنا بڑا.... نقصان ہو جانے کے بعد میں شاید ہی اپنے معدے کی طرف توجہ دے سکوں۔!“

”اگر میں اس بات پر ہنس دوں تو تم بُرا تو نہ مانو گے۔!“

”تم ہنسو گی.... ؟ یعنی کہ میرے نقصان پر ہنسو گی۔!“

”جب تک کہ نقصان کی نوعیت نہ معلوم ہو جائے میں اس پر افسوس بھی تو نہیں ظاہر کر سکتی۔!“

”میں اس سلسلے میں تجربات کر رہا تھا کہ غلے کو چوہوں سے کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔!“

”ہونہہ ! یہ نوعیت تھی تمہارے تجربات کی....!“ لڑکی حقارت سے بولی۔

”کیوں!“ صفدر چونک کر بولا۔ ”تمہاری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں! میرا یہ کارنامہ ساری دنیا کیلئے خوش حالی لاتا۔ جانتی ہو یہ چوہے دنیا کا ہزاروں ٹن غلہ ہر سال کھا جاتے ہیں۔!“

”ارے اس کا نہایت آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی چوہے کھانا شروع کر دے۔ غلہ محفوظ ہو جائے گا۔ سستے داموں فروخت ہوگا۔ لوگ چوہے پالنا شروع کر دیں گے۔ اس طرح بیروزگاری کا مسئلہ بھی کسی حد تک حل ہو جائے گا۔!“

”تم کھا سکتی ہو چوہے.... ؟“ صفدر نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

”یقیناً.... ذرا سلیقے سے تلے جانے چاہئیں۔!“

”گندی باتیں نہ کرو!“ صفدر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ”تم اتنی خوبصورت لڑکی چوہے کھاؤ گی۔!“

”ڈاکٹر چائے پیئو.... ٹھنڈی ہو جائے گی۔!“

”اب تو ایک گھونٹ بھی نہ لے سکوں گا۔ تم نے طبیعت بدمزہ کر دی۔!“

”دراصل مجھے زراعت اور اناج کے موضوع سے نفرت ہو گئی ہے۔ میرے دونوں بھائی ماہرین زراعت ہیں اور میں یہاں ان کے ساتھ جھک مار رہی ہوں۔!“

”اچھا... وہ دونوں شریف آدمی جو مجھے پولیس کے حوالے کر دینے کی دھمکی دے رہے تھے۔!“

”ہاں وہی....!“

”لیکن انہیں شائد اس کا علم نہیں کہ میں اس سلسلے میں حکومت سے بھی مدد لے رہا تھا۔ میری تجربہ گاہ میں کوئی غیر قانونی کام کبھی نہیں ہوا۔!“

”میں اس مسئلے پر تم سے بحث نہیں کروں گی.... تم چائے پیئو....!“

”اچھی بات ہے....!“ صفدر نے سسکیوں کے سے انداز میں کہا اور چائے انڈیلنے لگا۔

لڑکی اُسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

”تمہارے ساتھ کتنے آدمی کام کر رہے تھے....؟“ لڑکی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”میرے دو اسسٹنٹ تھے.... لیکن اس حادثے کے وقت موجود نہیں تھے۔!“

”وہ اس وقت کہاں ہوں گے....؟“

”اپنے گھروں پر... یا شاید کہیں اور.... آج دراصل میں نے انہیں چھٹی دے دی تھی۔!“

”کیوں....؟“

”آرام کرنا چاہتا تھا....!“

”ویسے تم کہاں رہتے ہو....!“

”میں زیادہ تر تجربہ گاہ میں ہی رہتا تھا....!“

”پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کسی چوہے سے گفتگو کر رہی ہوں۔!“

”اوہ تو کیا تم میرا مذاق اڑاؤ گی۔!“

”سارے مرد چوہے ہوتے ہیں.... چھپ چھپ کر کھانے والے اور ذرا سی آہٹ پر بھاگ کھڑے ہونے والے۔!“

”اور ساری عورتیں بندریاں ہوتی ہیں۔ بات بات پر منہ چڑھانے والی۔!“ صفدر بھنا کر بولا۔

”چڑچڑے چوہے مجھے پسند ہیں۔!“

”لیکن تم مجھے تل کر بھی نہ کھا سکو گی۔!“

”بہت سلیقے سے تلوں گی۔!“

”بس تلتی ہی رہ جاؤ گی۔!“ صفدر نے پھر جھنجھلا کر کہا اور اٹھتا ہوا بولا۔ ”میرا وقت ضائع نہ کرو۔!“

”باہر نکلے اور پولیس کے حوالے کئے گئے اُسی وقت تک محفوظ ہو جب تک میرے مہمان رہو گے۔!“

وہ دھم سے بیٹھ گیا.... اور اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔

◆

جیمسن نے ”فسانہ عجائب“ ختم کر لی تھی اور اب ظفر الملک کو بور کر رہا تھا۔ پل بھر کے لئے موش ہوا اور پھر بولا۔ ”آپ کی سیکریٹری کا کیا نام ہے جناب والا۔!“

”لوسیل ڈے سونڈے....!“

”لوسیل کا مخفف کیا ہو گا۔!“

”مخفف کیا....؟“

”شارٹ فارم.... آپ اردو پڑھئے جناب....!“

”تو مجھ سے انگریزی میں ہی گفتگو کیا کر.... میری سات پشتوں پر احسان ہو گا۔!“

”ہو گا.... مجھے کیا.... اب میں توبتہ النصوح پڑھنے جا رہا ہوں۔!“

”جیمسن....!“

”یس یور ہائی نس....!“

”کیا تجھے ان حالات پر حیرت نہیں....!“

”کلاسیکی ادب پڑھئے.... آپ بھی ذرا ذرا سی باتوں پر حیران ہونا چھوڑ دیں گے۔!“

”کیا مطلب....؟“

”ہز ہائی نس پرنس جانعالم اپنی روح کو دوسرے جسموں میں منتقل کر سکتا تھا۔ ہم تو صرف سڑک سے اس عمارت میں منتقل ہوئے ہیں۔!“

”تیرا دماغ خراب ہو جائے گا۔!“

”اگر کلاسیکی ادب سے مڈ بھیڑ نہ ہو جاتی تو یہاں سچ مچ میرا دماغ خراب ہو جاتا.... میں تو اب غزلیں بھی کہوں گا۔ سنیئے ایک شعر ہوا ہے۔ ؎

اُف یہ تیرا تیر نظر زخمی جگر جاؤں کدھر
ہے آج سنڈے جان من چھٹی پہ ہیں سب ڈاکٹر

"بکواس بند.....!" ظفر گھونسہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

اتنے میں سیکریٹری آگئی.... اور ظفر بیٹھ گیا۔

"کیا آپ مشغول ہیں.....؟" اس نے ظفر سے پوچھا۔

"نہیں کہو.... کیا بات ہے.....!"

"کیا آپ کہیں باہر نہ چلیں گے۔ شام بڑی خوش گوار ہے۔!"

"یقیناً....!" جیمسن بولا۔ "آپ کو ضرور جانا چاہئے یور ہائی نس.....!"

"تم خاموش رہو.....!"

"تنہائی چاہتا ہوں جناب عالی.....! مجھے اپنی غزل مکمل کرنی ہے۔!"

"میں تمہیں.....!" ظفر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

بہر حال جیمسن اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔

ظفر باہر نکلا تو ایک بڑی شاندار گاڑی برآمدے کے سامنے کھڑی نظر آئی۔

"آپ خود ڈرائیو کریں گے.... یا ڈرائیور طلب کیا جائے۔!" لوسیل نے پوچھا۔

"پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ پولیس میری تلاش میں ہو گی۔ میں تمہیں اس کے متعلق بتا چکا ہوں۔!"

"یہ کون سی بڑی بات ہے.... اندر چلئے.... اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔!"

"کیا انتظام ہو جائے گا۔!"

"میک اپ.....!"

"مجھے میک اپ کرنا نہیں آتا۔!"

"مجھے تو آتا ہے.... اگر کوئی آپ کو پہچان سکے تو جو سزا میرے لئے تجویز کریں گے مجھے منظور ہو گی۔!"

ظفر تھوڑے سوچ بچار کے بعد اُس پر تیار ہو گیا تھا۔ پھر جب وہ دوبارہ کار کے قریب آیا تو اس کے چہرے پر بڑی خوبصورت ڈاڑھی تھی کوئی فرانسیسی مصور معلوم ہوتا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ گرانڈ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں نظر آئے۔

"آپ کو ایک مصور ہی کا رول ادا کرنا ہے۔!" لوسیل نے آہستہ سے کہا اور ظفر حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔!

"یقین کیجئے کہ یہ سب کچھ آپ کے فائدے ہی کے لئے ہے۔!"

"اچھی بات ہے.... تم مجھے پیچھے نہیں دیکھو گی۔!"

"میں یہی چاہتی ہوں.... آپ اس کی پروانہ کیجئے کہ آپ حقیقتاً مصور نہیں ہیں۔!"

"تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ میں تھوڑا بہت پینٹ کر سکتا ہوں۔!"

"تب تو مزہ ہی آجائے گا۔!"

"مجھے پوری بات بھی تو بتاؤ۔!"

"ابھی میں آپ کو ایک ایسے آدمی سے ملاؤں گی جو آرٹسٹوں کا قدردان ہے۔!"

"لیکن مجھے کیا کرنا ہو گا۔!"

"مشکل آسان ہو گئی۔!"

"تم معموں میں بات کر رہی ہو.... صاف صاف کہو....!"

"آپ اگر پینٹ کر سکتے ہیں تو اس سے کھل کر گفتگو ہو سکے گی۔ وہ دراصل ایک قطعی غیر معروف آرٹسٹ کی تصاویر کی نمائش کر کے اسے دنیا کے بہترین مصوروں کی صف میں جگہ دلانا چاہتا ہے۔!"

"اس کی وجہ....!"

"وہی بہتر بتا سکے گا۔!"

"میرا دل چاہتا ہے کہ تمہاری ایک تصویر بناؤں۔!"

"میں اتنی اچھی تو نہیں ہوں۔!"

"مجھے فرانسیسی عورتیں بہت پسند ہیں۔! وہ سچ مچ عورتیں ہوتی ہیں۔ بڑے نازک احساسات رکھتی ہیں۔ عورت پن برقرار رکھنے کو آرٹ کا درجہ دیتی ہیں۔!"

"آپ بہت کچھ جانتے ہیں فرانسیسی عورتوں کے بارے میں۔!"

"میں نے اپنی زندگی کے دو سال پیرس میں گذارے ہیں۔!"

"وہاں کے مصوروں سے بھی رابطہ رہا ہو گا۔!"

"کیوں نہیں۔!"

"تب تو واقعی آپ بے حد کار آمد ثابت ہوں گے! اوہ وہ صاحب آ گئے۔!" ظفر نے اس سمت نظر اٹھائی جدھر لوسیل دیکھ رہی تھی۔

آنے والا سفید فام ہی تھا۔ اُس نے تاریک شیشوں کی عینک لگا رکھی تھی۔ قریب آ کر اس نے لوسیل کی مزاج پرسی کی اور ظفر کی طرف دیکھا۔

"آپ موسیو ظفر ہیں۔!" لوسیل نے کہا۔ "بہت اچھے آرٹسٹ ہیں اور آپ موسیو کرسٹوپاؤلس!"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی جناب!" ظفر نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں بھی یہی کہوں گا....!" اُس کے پتلے پتلے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

پتہ نہیں کیوں ظفر نے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس کی تھی۔ کیا چیز تھی مقابل کی شخصیت میں.... جس نے اسے کسی قدر سہما دیا تھا۔!

"موسیو ظفر کا موضوع کیا ہے....!"

لوسیل کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "موسیو ظفر آپ کا موضوع کیا ہے۔!"

"دنیا کا کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جسے میں اپنا نہ سمجھتا ہوں۔!" ظفر نے مفکرانہ شان سے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا جناب....!" کرسٹوپاؤلس نے بے حد نرم لہجے میں پوچھا۔

"مَیں ہر چیز کا پیمانہ ہوں.... میں نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔!"

"موسیو ظفر اچھے خاصے فلسفی بھی ہیں۔ موسیو....!" لوسیل نے مسکرا کر کہا۔

کرسٹوپاؤلس کچھ نہ بولا۔ وہ دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

ظفر عجیب سی الجھن محسوس کرتا رہا۔ اس شخص کا قرب اُسے انجانے اندیشوں کی طرف دھکیلے لئے جا رہا تھا۔

ایسا لگتا تھا جیسے اُسکے جسم سے برقی رویں نکل کر اُس کے وجود کو جھٹکے سے دے رہی ہوں۔

"بہت خوب....!" کرسٹو تھوڑی دیر بعد مسکرا کر بولا۔ "میں تمہارے جملوں پر غور کرنے لگا تھا۔ کافی تعلیم یافتہ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ فی الحال کیا مشغلہ ہے....!"

"بیکاری....!"

"مجھے حیرت ہے۔!"

"آپ کو حیرت نہ ہونی چاہئے موسیو....!" ظفر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "آپ نے میری باتیں سمجھنے کی کوشش کی میں آپ کا ممنون ہوں.... لوگ نہ میری باتیں سمجھتے ہیں اور نہ مجھے بیکاری سے نجات ملتی ہے۔!"

"آپ میرے لئے پینٹ کیجئے.... جتنا زیادہ کر سکیں.... میں آپ کو اونچے طبقوں میں متعارف کراؤں گا۔ آپ کی تصاویر کی نمائش ہو گی۔!"

"میرا خیال ہے کہ پہلے آپ میری کوئی پینٹنگ دیکھ لیں۔!"

"یہ تجویز بھی معقول ہے۔!"

"کل شام تک میں کچھ نہ کچھ ضرور پیش کروں گا۔ آپ سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔!"

"میں کل دوپہر کو تمہیں مطلع کر دوں گا۔!" کرسٹوپاؤلس نے لوسیل سے کہا۔

"بہت اچھا موسیو....!"

اس کے بعد پھر وہ کھاتے پیتے رہے تھے اور ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہی تھیں۔

ظفر اب کھل کر گفتگو کر رہا تھا.... اور انداز گفتگو میں پیرس کی انٹلکچویل قسم کے آرٹسٹوں کی نقالی جاری تھی۔

◆

صفدر سوچ رہا تھا کہ اب اس رینا سے کس طرح پیچھا چھڑائے۔ مسلسل اُسے چڑھائے جا رہی تھی اور اس کے دونوں بھائیوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔ آخر صفدر نے جھنجھلا کر کہا۔ "جب تم یہاں اتنی بوریت محسوس کر رہی ہو تو آئی کیوں تھیں۔!"

"وہاں بالکل تنہا رہ جاتی۔!"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے۔!"

"اپنے لئے خود کچھ کمانے کی عادت نہیں ہے۔! اس معاملے میں تمہارے ملک کی عورتوں سے متفق ہوں.... مرد کمانے کے لئے اور عورت گھر سنبھالنے کے لئے۔!"

"لیکن اب ہمارے ملک میں مرد اس کے قائل نہیں.... عورت کمانے کے لئے اور مرد گھر سنبھالنے کے لئے۔!"

"لیکن مجھے ایسے مرد پسند نہیں جو خواہ مخواہ چوہوں کے پیچھے پڑ جائیں۔ آخر وہ بھی تو زندگی

کے مظہر ہیں اور زندہ رہنے کے لئے کھائیں گے ضرور....!“

”میرا خیال ہے کہ اب تم چوہوں کا تذکرہ ختم کردو....!“

”کیا....؟“ وہ متحیرانہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔

”کیوں....؟ کیا ہو گیا تمہیں....!“

”حیرت کی بات ہے.... چوہے ابھی تک تمہاری زندگی رہے ہیں اور تم اُن کے ذکر سے اتنی جلدی اکتا گئے.... تم جھوٹ بولتے ہو.... یقیناً تمہاری تجربہ گاہ میں کوئی خوف ناک تجربہ ہو رہا تھا۔ دھماکے کی آواز یہاں تک آئی تھی۔ تمہاری تجربہ گاہ یہاں سے کتنی دور تھی۔!“

”زیادہ سے زیادہ ڈھائی تین میل کے فاصلے پر....! لیکن یقین کرو کہ عمارت میں آگ لگنے کے کافی دیر بعد دھماکہ ہوا تھا۔ میری گاڑی کی ٹنکی پھٹی تھی۔!“

”خیر اب تم پولیس ہی کے حوالے کئے جاؤ گے۔!“

”جہنم میں جاؤ تم سب.... بلاؤ پولیس کو....!“

”واقعی بے حد چڑچڑے ہو....!“ وہ ہنس پڑی۔ اتنے میں اس کا ایک بھائی وہاں آگیا۔

چند لمحے صفدر کو گھورتا رہا پھر بولا۔ ”تمہارا اسسٹنٹ باہر موجود ہے۔!“

”کون سا اسسٹنٹ....!“ صفدر مضطربانہ انداز میں کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

”گوریلے کی شکل والا....!“

”اُوہ.... اُسے بلاؤ.... وہ تو چھٹی پر تھا.... کیسے آگیا....!“

”تو وہ سچ مچ تمہارا اسسٹنٹ ہے؟“

”ہاں وہ میرا اسسٹنٹ ہے.... لیکن میں تمہیں آگاہ کردوں کہ اس کے سامنے اس کی بدصورتی کے متعلق کچھ نہ کہنا.... بے حد خطرناک ہو جاتا ہے۔!“

”تم باہر چلو....!“ اُس نے خشک لہجے میں کہا۔

صفدر اُس کے پیچھے بڑھا۔ لڑکی نے مسکرا کر اُسے کچھ اس قسم کا اشارہ کیا تھا جیسے کہنا چاہتی ہو کہ تم مجھ سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ تھوڑی ہی دیر بعد پھر میرے چنگل میں ہو گے۔!

صفدر اُس کے ساتھ باہر نکلا.... سامنے عمران ریڈی میڈ میک اپ میں نظر آیا۔ اُس کی حالت تباہ تھی۔ لباس بے ترتیب تھا اور بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ پھولی ہوئی ناک اور گھنی مونچھوں میں اس وقت وہ سچ مچ جانور ہی لگ رہا تھا۔

سانس پھول رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یکساں رفتار سے دوڑتا ہوا یہاں تک پہنچا ہو۔!

”اوہ...ڈاکٹر!“ وہ صفدر کو دیکھ کر ہانپتا ہوا بولا۔ ”یہ کیا ہو گیا ڈاکٹر.... یہ کیسے ہو گیا ڈاکٹر!“

”میں نہیں جانتا.... کچھ نہیں جانتا.... میری گاڑی بھی تباہ ہو گئی لیکن تم یہاں تک کیسے پہنچے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔!“

دونوں کے درمیان انگریزی ہی میں گفتگو ہو رہی تھی۔

”میں اپنا پرس گاؤن کی جیب میں بھول گیا تھا۔ گھر پہنچ کر یاد آیا۔ پھر واپس آنا پڑا۔ لیکن ہائے۔!“

”میں پوچھ رہا ہوں تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔!“

”وہاں.... ایک آدمی ایک درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ آپ کو ہیلی کوپٹر کے ذریعہ وہاں سے لے جایا گیا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ کہاں ہوں گے۔!“

”ایک آدمی درخت پر چڑھا ہوا تھا۔!“ صفدر نے حیرت سے دہرایا۔ ”اُدھر تو کبھی کوئی نہیں آتا۔!“

”یقین کیجئے ڈاکٹر.... میں نے ایک آدمی کو تجربہ گاہ کے قریب والے درخت پر دیکھا تھا اور اس نے مجھے اطلاع دی تھی۔!“

”تب تو یقیناً تم لوگ کسی سازش کا شکار ہوئے ہو۔!“ غیر ملکی نرم لہجے میں بولا۔ ”ہم تمہاری ہر طرح مدد کریں گے۔!“

پھر اُس نے دوسرے غیر ملکی کو آواز دی اور وہ عمارت ہی کے ایک دروازے سے برآمد ہوا۔

”شائد ہم چور کو پکڑ سکیں۔!“ اُس نے دوسرے سے کہا۔ ”یہ ڈاکٹر کا اسسٹنٹ ہے اور ایک نئی خبر لایا ہے۔!“

وہ چاروں ہیلی کوپٹر کی طرف چل پڑے۔

تھوڑی دیر بعد ایک بار پھر ہیلی کوپٹر جنگل پر پرواز کر رہا تھا۔

”اُس درخت کی نشان دہی کرنی ہے تمہیں۔!“ غیر ملکی نے عمران سے کہا۔

”ضرور کروں گا جناب!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اگر یہ کوئی سازش ہے تو اپنی جان لڑا دونگا۔!“

وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر دوسری جگہ بھی ہلکا ہلکا سا دھواں اب بھی باقی تھا۔

”وہ.... وہ درخت.... اس طرف....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

ہیلی کاپٹر نے درختوں کے جھنڈ کے گرد ایک چکر لگایا۔ پھر ٹھیک اسی درخت کے اوپر معلق ہو گیا جس کی طرف عمران نے اشارہ کیا تھا۔

پھر سیڑھی لٹکائی گئی جس کا دوسرا سرا درخت کے گھنے پتوں کے درمیان غائب ہو گیا۔

اب غیر ملکی نیچے اتر رہا تھا۔ بالآخر وہ ایک مضبوط سی شاخ پکڑ کر درخت پر جا ٹھہرا۔

عمران اور صفدر خاموش بیٹھے رہے۔ ویسے صفدر نے محسوس کیا کہ عمران اس آپریٹس کو بغور دیکھے جا رہا تھا جو پائلٹ نے اپنی گود میں رکھ چھوڑا تھا۔ اُس کی سرخ رنگ کی سوئی ڈائیل کے ایک نشان پر لرز رہی تھی۔ صفدر بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔ دفعتاً وہ زور زور سے ہلنے لگی۔

نیچے جانے والا غیر ملکی اب پھر اوپر آ رہا تھا۔

جیسے ہی اُس نے ہیلی کوپٹر پر قدم رکھا آپریٹس کی سوئی زیرو پر آ رکی۔!

اوپر آنے والے کا چہرہ خوشی کے مارے سرخ ہو رہا تھا اس نے پائلٹ کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

”واپس چلو....!“

اس کی دونوں جیبیں پھولی نظر آ رہی تھیں.... عمران نے طویل سانس لی۔! ہیلی کوپٹر اب پھر مستقر کی طرف مڑ رہا تھا۔

”کیا معلوم کیا دوستو....!“ عمران نے اُن دونوں سے پوچھا۔

”یقیناً درخت پر کوئی تھا۔ لیکن اب یہاں اُس کی تلاش بیکار ہے۔ ہم ابھی واپس آ کر دوسرا طریقہ اختیار کریں گے۔!“

مستقر پر پہنچ کر وہ پھر اسی عمارت میں واپس لائے گئے اور غیر ملکی انہیں ایک کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ جاتے جاتے کہہ گئے تھے کہ وہ اطمینان سے بیٹھیں۔ سازشیوں کا پتہ لگا کر انہیں ان کے انجام کو ضرور پہنچایا جائے گا۔

جیسے ہی وہ باہر نکلے عمران نے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی اور اپنا جیبی ٹرانس میٹر نکال کر اس کا سوئچ آن کر دیا۔

دفعتاً اس میں سے آواز آنے لگی ”ہیلو.... اے ون.... ہیلو.... اے ون.... اے ون۔!“

”پھر دوسری آواز آئی۔ ”اے ون.... ہوز دیٹ....!“

”بی ٹو.... سر....!“ پہلی آواز آئی۔ ”ہم نے دونوں حاصل کر لئے ہیں۔ ایک درخت پر رکھے ہوئے تھے۔!“

پھر تجربہ گاہ کی تباہی کی داستان شروع ہو گئی۔! بات صفدر سے عمران تک پہنچی ہی تھی کہ دوسری آواز آئی۔

”انہیں کسی نہ کسی طرح رات تک روکے رکھو.... رات کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا دو اور لوسیل دے سوندے کے سپرد کر آؤ.... اُوور اینڈ آل....!“

پھر کوئی آواز نہ آئی۔ عمران نے جلدی سے سوئچ آف کر کے ٹرانس میٹر کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھ کر دروازے کی چٹخنی بھی گرا دی۔

صفدر اسے بغور دیکھے جا رہا تھا.... دفعتاً دونوں کی نظریں ملیں اور عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ساتھ ہی آواز آئی۔

”کیا میں اندر آ سکتی ہوں۔!“

صفدر کے اندازے کے مطابق یہ اسی نامعقول لڑکی رینا کی آواز تھی۔

”ضرور آؤ....!“ صفدر نے غصیلی آواز بنائی۔

وہ ہنستی ہوئی اندر آئی اور عمران کو دیکھ کر ٹھٹک گئی پھر بولی۔

”واقعی میرے بھائی نے سچ کہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ گوریلے ایسے ہی ہوتے ہوں گے۔!“

”بجا ارشاد فرمایا....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”کیا نام ہے تمہارا....!“

”ڈیئر گوریلا....!“

”مجھے تو ریچھ اور گوریلے کا امتزاج معلوم ہوتا ہے۔!“

”سیٹیاں بھی بجا سکتا ہوں اور شہد کے چھتے کے استعمال سے بھی بخوبی واقف ہوں۔!“

”یہ تم سے کہیں زیادہ خوش مزاج معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر!“ اُس نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”ڈاکٹر فرشتہ ہے....!“ عمران بولا۔

”چوہے تل لاؤں....!“

”بڑی خوشی ہوئی یہ معلوم کر کے کہ اب بلیاں چوہوں کو تل کر کھانے لگی ہیں۔!“

”تم دونوں سخت نالائق معلوم ہوتے ہو! عورتوں سے بات کرنے کا سلیقہ نہیں ڈاکٹر نے مجھے بندریا کہا تھا اور تم بلی کہہ رہے ہو۔!“

”ڈاکٹر نے غلط کہا تھا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ بہر حال بلیاں مجھے پسند ہیں۔ اب کچھ کھلادو.... ورنہ کفن دفن کا خرچ تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔!“

”ٹھہرو.... میں ابھی آئی....!“

اُس کے چلے جانے کے بعد عمران اس طرح اونگھنے لگا جیسے بہت عرصہ سے کوئی اُس کی تنہائی میں مخل نہ ہوا ہو.... صفدر خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد ریناواپس آئی۔ وہ ایک پلیٹ میں کھانے کی کچھ چیزیں لائی تھی۔

صفدر نے عمران کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑا اور وہ بوکھلا کر سیدھا ہو بیٹھا۔

رینا نے پلیٹ اُسے تھماتے ہوئے کہا۔ ”فوری طور پر اس سے زیادہ کا انتظام نہیں ہو سکتا۔!“

”کافی ہے.... شکریہ....!“ عمران نے اُس سے پلیٹ لیتے ہوئے کہا۔

”اب کھانے کیلئے تمہیں مونچھیں ہٹانی پڑیں گی... ٹھہرو میں مونچھیں ہٹاتی ہوں اور تم کھاؤ۔!“

وہ سچ مچ ایسے ہی انداز میں آگے بڑھی تھی جیسے اس کی مونچھیں اوپر اٹھانے کی کوشش کرے گی۔

عمران کی پوزیشن میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی وہ مسلسل اُس کی آنکھوں میں دیکھے جارہا تھا۔ دفعتاً وہ کھسیانی ہو کر پیچھے ہٹ گئی اور عمران پلیٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

◆

کیپٹن فیاض اور اُس کے ماتحتوں نے جیل کی آبادی میں خاصا اضافہ کردیا تھا۔ منشیات کی غیر قانونی تجارت کرنے والے جتنے بھی افراد ان کے علم میں تھے اس بار ان کی گرفت سے نہیں بچ سکے تھے۔

لیکن ڈی سوزا کے مکان سے برآمد ہونے والی لاشوں کا معمہ حل نہ ہو سکا۔ ویسے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق مردوں کی موت زہر خورانی بناء پر ہوئی تھی اور لڑکی کا گلا گھونٹا گیا تھا۔

پولیس کو اس قسم کے نشانات نہیں مل سکے تھے جو مجرم کی طرف اشارہ کر سکتے۔

گرفتار کئے جانے والوں سے پوچھ گچھ جاری تھی۔ لیکن ان میں ابھی تک کوئی ایسا نہیں ملا تھا جس سے ڈی سوزا کا تعلق ظاہر ہو سکتا۔

وہ دو آدمی بھی جو کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کے تہہ خانے میں ہاتھ لگے تھے کسی ایسے فرد کی

نشان دہی نہ کر سکے جس سے اُن تینوں لاشوں کے متعلق پوچھ گچھ کی جاسکتی۔

ڈی سوزا بظاہر نیک نام آدمی ثابت ہوا تھا۔ اُس کے فرم کے، مالکان نے اس کی موت پر سخت افسوس ظاہر کیا تھا اور حکومت سے اپیل کی تھی کہ اس کے قاتل کا جلد از جلد پتہ لگایا جائے۔

دوسرے مرد کی لاش کی شناخت ابھی تک نہیں ہو سکی تھی۔

لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ درد سر عمران کا مسئلہ تھا۔ اس نے اس طرح اس معاملے میں ٹانگ اڑائی تھی؟ فیاض زیادہ تر اسی ادھیڑ بن میں رہا تھا۔

اُس کی دانست میں اس کیس کو دوبارہ اکھاڑنے میں عمران ہی کا ہاتھ تھا۔ اُسی نے محکمہ خارجہ کے سیکریٹری سر سلطان کو اس پر آمادہ کیا ہو گا۔

لیکن کیوں؟ محکمۂ خارجہ کو منشیات کی غیر قانونی تجارت سے کیا سروکار؟ اس کا سدباب تو خود اُس کے یا آبکاری کے محکمے کا کام تھا۔

فیاض سوچتا رہا اور عمران پر تاؤ کھاتا رہا۔

◆

رات کا کھانا اسی کمرے کی ایک میز پر لگایا گیا جس میں صفدر اور عمران مقیم تھے۔

رینا اس وقت نہیں آئی تھی۔ ایک دیسی ملازم نے دو پلیٹیں میز پر رکھ دی تھیں اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ عمران نے اپنی اور صفدر کی پلیٹ سے تھوڑی تھوڑی چیزیں لیں اور انہیں صوفے کے نیچے ٹھونس دیا۔

اس کے بعد وہ دونوں آنکھیں بند کر کے اپنی اپنی کرسیوں پر پڑ رہے۔ اُن کی گردنیں پشت گاہوں پر ڈھلکی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد دونوں غیر ملکی دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئے اور اُن کے قریب آکر انہیں ہلایا جلایا۔

”میں گاڑی لینے جارہا ہوں۔!“ ایک نے دوسرے سے کہا۔ ”تم برآمدے میں ٹھہرو.... برآمدے کی روشنی گل کر کے آنے جانے والوں پر نظر رکھنا۔!“

پھر صفدر نے قدموں کی چاپ سنی اور دم سادھے پڑا رہا۔ اُن دونوں کی دانست میں یہ لوگ گہری بے ہوشی کی حالت میں تھے۔

شائد دو منٹ بعد صفدر نے عمران کی سرگوشی سنی۔ ”سچ مچ بے ہوش ہو گئے کیا.... اٹھو۔!“

صفدر آنکھیں کھول کر سیدھا ہو بیٹھا.... عمران اُس کے قریب کھڑا تھا۔

”وہ برآمدے میں بے ہوش پڑا ہے۔!“ عمران نے اُس سے کہا۔ ”اور اب اُس کی فکر کرنی ہے جو گاڑی لینے گیا ہے۔ یقینی طور پر وہ گاڑی برآمدے تک لائے گا۔!“

”وہ بے ہوش کیسے ہو گیا....؟“

”شائد اس دوران تم سچ مچ بے ہوش رہے ہو....!“

”آخر بات کیا ہے....؟“

”کیا تمہیں علم نہیں کہ میں اٹھ کر باہر گیا تھا۔!“

”نہیں....!“

”یار کہیں تم میری بھی گردن نہ کٹوا دینا....“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ وہ کمرے سے نکل کر بیرونی برآمدے میں آئے.... یہاں تاریکی تھی۔

”وہ دیوار کے قریب پڑا ہوا ہے۔!“ عمران نے آہستہ سے کہا۔ لیکن آنکھیں پھاڑے رہنے کے باوجود بھی صفدر کو اندھیرے میں کچھ نہ دکھائی دیا۔

”بہر حال اب اُسے سنبھالنا ہے۔!“ عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتا ہوا بولا۔ ”تم یہاں دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ....!“

صفدر نے خاموشی سے تعمیل کی۔ اب عمران بھی اُسے نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

کچھ دیر بعد دور سے کسی گاڑی کی آواز آئی اور صفدر کسی قسم کے بھی حالات سے دوچار ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔

گاڑی جس کے ہیڈ لیمپ بجھے ہوئے تھے برآمدے کے قریب آرکی۔

تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں صفدر نے کسی کو اُس پر سے اُترتے دیکھا۔

پھر جیسے ہی برآمدے میں داخل ہونے لگا۔ ستون کی اوٹ سے دو ہاتھ نکل کر اُس کی جانب بڑھے اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر آرہا۔ اُس کے حلق سے ہلکی سی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔

اُس کے بعد اُس نے عمران کی سرگوشی سنی! وہ کہہ رہا تھا۔ ”تمہارے قریب ہی جو پڑا ہوا ہے اُسے اٹھاؤ....!“

صفدر ٹٹولتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا۔ بالآخر اُسے دوسرا بے ہوش آدمی مل ہی گیا.... وہ اُسے پیٹھ پر لاد کر برآمدے سے نیچے اترنے لگا۔

یہ ایک بڑی سی وین تھی۔ عمران پچھلا دروازہ کھول کر کھڑا تھا۔

صفدر نے بے ہوش آدمی کو اندر ڈال دیا۔ عمران نے دروازہ بند کیا اور بڑے اطمینان سے اسٹیئرنگ کے سامنے جا بیٹھا.... صفدر نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور عمران کے برابر بیٹھ گیا۔

گاڑی تیزی سے آگے بڑھی تھی۔ پھاٹک سے گذر کر وہ سڑک پر آنکلے۔

یہاں سے شہر تقریباً بائیس میل کے فاصلے پر تھا۔ صفدر خاموش رہا۔ دراصل بھوک کی شدت اُس کا گلا گھونٹ رہی تھی۔

عمران بھی شائد گفتگو کرنے کے موڈ مین نہیں تھا۔ شہر پہنچ کر اس نے گاڑی کا رخ ادارہ تحقیق کی عمارت کی طرف موڑ دیا۔

عمارت کے عقبی حصے میں ایک بڑا گیراج تھا۔ جس کی کنجی ہر ممبر کے پاس رہتی تھی۔

”دروزاہ کھولو....!“ عمران نے گاڑی روک کر صفدر کو ٹہوکا دیا۔ صفدر اونگھ رہا تھا۔ چونک کر بڑبڑایا۔ ”اس وقت شائد میں پتھر بھی ہضم کر جاؤں....!“

”ہاں.... ہاں.... چلو معلوم ہے بھوکے ہو.... جلدی کرو۔!“

اس کے بعد وہ پھاٹک بند کر دیا گیا تھا۔

* * *

تھوڑی دیر بعد دونوں قیدی کرسیوں پر بندھے ہوئے نظر آئے! وہ ہوش میں تھے۔

کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

”آخر یہ کیونکر ہوا....!“ ایک نے دوسرے سے پوچھا۔

”میں برآمدے کی روشنی گل کر کے وہیں ٹھہرا تھا۔ اچانک کسی نے پیچھے سے حملہ کر کے میرا منہ دبا لیا تھا۔ آواز تک نہ نکال سکا۔ پھر بے ہوشی طویل ہو گئی تھی۔!“

”میں گاڑی لایا تھا اتر کر برآمدے میں جا رہا تھا کہ مجھ پر حملہ کیا گیا۔“

”کیا وہ دونوں بیہوش نہیں ہوئے تھے۔!“

”میرا خیال ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہماری اسکیم سے واقف ہو گئے تھے۔“

”ٹھہرو....! مجھے یاد آیا.... درخت سے اتارے جانے والے ٹرانس میٹروں میں سے ایک

میں مجھے کوئی تبدیلی محسوس ہوئی تھی۔!"

"تبدیلی....!"

"ہاں.... میرا خیال ہے کہ وہ لوگ بہت زیادہ چالاک ہیں۔ اس سے کوئی دوسرا آپریٹس اٹیچ کر کے اپنے ٹرانس میٹر پر ہماری گفتگو سنتے رہے تھے۔!"

"تمہارا خیال درست ہے۔!" پشت سے آواز آئی۔ لیکن وہ اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ سر گھما کر بولنے والے کی طرف نہ دیکھ سکے۔

وہ خود ہی آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے سامنے آگیا۔

عمران اس وقت میک اپ میں نہیں تھا۔ اس نے بڑے سلیقے سے بہترین پریس کیا ہوا سوٹ پہنا ہوا تھا لیکن چہرے پر حماقت کی بجائے درشتی کے آثار تھے۔

"تم کون ہو....؟" دونوں نے بیک وقت سوال کیا۔

"سوالات کے جواب تمہیں دینے ہیں۔!" عمران انہیں گھورتا ہوا بولا۔ "اے ون کون ہیں۔!"

"ہم نہیں جانتے.... تمہیں اس کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ ہم یہاں کے باشندے نہیں۔ تمہاری حکومت کی درخواست پر یہاں آئے ہیں۔!"

"مجھے علم ہے....!" عمران کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ "یہاں اس وقت مجھ سے جواب طلب کرنے کے لئے کوئی موجود نہیں ہے۔ نہ یہاں آکر کوئی تمہاری قبریں تلاش کرے گا۔!"

"تم کیا چاہتے ہو....!"

"اے ون.... کا پتہ.... اور تم دونوں کی مصروفیات کی تفصیل....!"

"بکواس بند کرو.... ہم کچھ نہیں جانتے۔!"

"اور لوسیل دے سوندے کا پتہ....!" عمران نے ایسے انداز میں کہا جیسے ان کی آوازیں اس کے کانوں تک پہنچی ہی نہ ہوں!

وہ دونوں غصے سے سرخ ہو رہے تھے۔

"یہ کرسیاں تمہارے لئے جہنم بھی بن سکتی ہیں۔!" عمران کچھ دیر بعد بولا۔

"یقین کرو کہ تم دونوں ہمیشہ کے لئے پاگل بھی ہو سکتے ہو.... اور اسے بھی ذہن نشین کر لو کہ تمہاری مدد کے لئے یہاں تک کوئی بھی نہ پہنچ سکے گا۔!"

وہ دونوں پھر کچھ نہ بولے۔

دفعتاً عمران دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور ایک پش سوئچ پر انگلی رکھ دی۔

وہ دونوں جانوروں کے سے انداز میں چیخے اور عمران نے انگلی پش سوئچ پر سے ہٹالی۔

"ایسے ہی تین چار الیکٹرک شاکس کے بعد تمہاری روحیں جسموں پر سے پرواز کر جائیں گی۔!"

ان دونوں کی آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں۔ چہروں سے ایسا لگتا تھا جیسے کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی رخصت ہو گئی ہو!

پھر عمران انہیں اسی حال میں چھوڑ کر کمرے سے چلا گیا۔

◆

ہوٹل سے واپسی پر ظفر الملک نے گاڑی پھاٹک کے اندر لے جانیکی بجائے باہر ہی روک دی۔

"کیوں؟ اندر ہی لے چلئے نا....!" لوسیل بولی۔

"ٹھہرو....!" ظفر نے کہا اور گاڑی سے اتر گیا۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کر اپنے نام کی تختی اتاری اور اسے لئے ہوئے گاڑی میں واپس آگیا۔

"یہ لو....!" اس نے تختی اس کے زانو پر رکھتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے مستقل طور پر اسی میک اپ میں رہنا ہے۔ اس لئے میرے اصل نام کا یہاں موجود ہونا ضروری نہیں۔!"

"ہاں.... یہ بات مناسب ہے....!" لوسیل بولی۔

پھر وہ اندر آئے.... جیمسن ابھی تک جاگ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک کرم خوردہ سی کتاب تھی اور وہ آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔

ان کی آہٹ پر مڑا.... اور.... ظفر الملک کو دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکرایا۔ پھر دوبارہ کتاب کی طرف متوجہ ہو جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ظفر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اس مکان پر دو ڈاڑھی والے نہیں رہ سکتے۔!"

"تو پھر آپ اپنا کہیں اور انتظام کر لیجئے۔! یہاں تو کلاسیک ہی کلاسیک بھرا پڑا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان فرانسیسی خاتون کو اردو کلاسیک سے کیا دلچسپی۔!"

لوسیل دے سوندے ہنس پڑی اور ظفر چونک کر اسے گھورنے لگا کیونکہ جیمسن نے یہ بات اردو میں کہی تھی۔

دفعتاً لوسیل رک رک کر اردو ہی میں بولی۔ ”میں آپ.... حضرات کی حیرت رفع کردوں دراصل میں یہاں فورٹ ولیم کالج کے دور سے پہلے کی اردو نثر پر ریسرچ کرنے آئی ہوں۔ اتفاقاً ایک ایسے آدمی سے ملاقات ہوگئی جو مجرموں کی نفسیات پر تحقیق کررہا ہے۔ اُس نے مجھے جزوقتی ملازمت کی پیش کش کی تھی میں نے اس کی پیشکش منظور کرلی۔ اُس کے آدمی ہر وقت مفرور مجرموں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آپ دونوں حضرات بھی اسی نکتہ نظر سے یہاں لائے گئے ہیں کہ آپ پر بعض تجربات کئے جائیں۔!“

”تم نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی تھی۔“ ظفر نے بہت زیادہ سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”جب تک مجھے اُس شخص سے ہدایت نہ ملتی جس کی میں ملازم ہوں آپ کو کیسے بتاتی۔!“

”کب ملی ہدایت....؟“

”کیا آپ نے نہیں دیکھا تھا کہ رخصت ہوتے وقت موسیو کرسٹوپاؤلس نے مجھے الگ لے جاکر گفتگو کی تھی ان کا خیال ہے کہ اگر موجودہ حالات کے معاملے میں کسی الجھن کا شکار ہوئے تو اُن کے تجربات کامیاب نہ ہوسکیں گے۔!“

”تو یہ موسیو کرسٹوپاؤلس....!“

”جی ہاں یہی میرے باس ہیں۔!“

”لیکن یہ مصوری وغیرہ کا چکر کیا ہے۔!“

”تجربہ....! لیکن میں اس تجربے کی نوعیت سے واقف نہیں ہوں۔ کل سے آپ کو اپنا سارا وقت پینٹنگ کرکے گذارنا ہوگا۔!“

”جہنم میں جائے۔!“ ظفر الملک نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ ”ہمیں تو روزگار اور رہنے کے لئے مکان چاہئے۔ لیکن یہ قطعی غلط ہے کہ ہم کسی قسم کے مجرم ہیں۔ صرف ملزم کہو۔!“

”لیکن آپ بہرحال مفرور ہیں۔ پولیس اب بھی آپ دونوں کی تلاش میں ہے.... موسیو کرسٹوپاؤلس بہت باخبر آدمی ہیں۔! اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔!“

”لیکن میں بہت بڑے خسارے میں رہوں گا۔!“ ظفر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”میں نہیں سمجھی۔!“

”یہاں اس مردود کے سامنے نہیں بتا سکتا۔!“ ظفر نے جیمسن کی طرف اشارہ کیا۔!

”آیئے.... تو دوسرے کمرے میں چلیں۔!“

جیمسن کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔! جیسے بیٹھا تھا ویسے ہی بیٹھا رہا۔ وہ دونوں وہاں سے دوسرے کمرے میں آئے۔

یہاں ایک الماری میں قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا۔ ظفر نے اسکے سامنے کھڑے ہوکر اپنا جائزہ لیا اور مڑ کر خالص رومانی لہجے میں بولا۔ ”آدمی کی زندگی میں غم روزگار کے علاوہ ایک اور غم بھی شامل ہے۔!“

”تنہائی کا غم.... تم رات کو یہاں نہیں رہتیں۔!“

”میں مجبور ہوں.... ایسا کوئی حکم مجھے نہیں ملا۔!“

”پہلے تو رہتی تھیں شائد....!“

”یقیناً رہتی تھی! لیکن اب حکم ملا ہے کہ راتیں دوسری جگہ گذاروں۔!“

”کرسٹوپاؤلس مجھ سے زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے۔!“

”موسیو ظفر.... اس قسم کا تذکرہ نہ چھیڑیئے.... مجھے افسوس ہے۔!“

”فرانسیسی لڑکیاں اتنی مردہ دل تو نہیں ہوتیں۔!“

”میں ایک لکھنے والی لڑکی ہوں.... اور زندگی کا ایک مقصد رکھتی ہوں۔!“

”بہتر ہے... جاؤ... بامقصد زندگی بسر کرنیوالے مجھے جانور لگتے ہیں۔ بالکل جانوروں ہی کی طرح بندھے ٹکے انداز میں زندگی بسر کرتے ہیں۔! آدمی اور جانور میں کچھ فرق تو ہونا ہی چاہئے۔“

”اچھا موسیو....! شب بخیر۔!“ وہ تیزی سے مڑی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔!

ظفر ٹھنڈی سانس لے کر پھر آئینے کی طرف مڑ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد آئینے ہی میں جیمسن کی شکل دکھائی دی۔! وہ دروازے کے قریب کھڑا کہہ رہا تھا۔ ”کیا اس آئینے میں میری ڈاڑھی کے لئے بھی جگہ نکل سکے گی۔ یور ہائی نس....!“

ظفر نے نقلی ڈاڑھی چہرے سے الگ کردی اور مڑ کر اُسے گھورنے لگا۔

”بہت اچھا ہوا....!“ جیمسن بولا۔

”کیا اچھا ہوا....؟“ ظفر کا لہجہ غصیلا تھا۔

”آپ پھر لگالیں گے.... میری گئی تو گئی ہمیشہ کے لئے۔!“

"بکو مت.... جاؤ آرام کرو.... میں تنہائی چاہتا ہوں۔!"

"شکریہ یور ہائی نس....!"

"ظفر اپنی خواب گاہ میں آیا.... بڑے غیر متوقع حالات سے دوچار ہو رہا تھا۔ شب خوابی کا لباس پہنتے وقت اس نے سوچا کہ وہ اس لڑکی کی سرمہری کی بناء پر کتنا اداس ہو گیا ہے۔ لیکن وہ تو پپی ہے۔ اُسے اداسیوں سے کیا سروکار....؟"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر تک آیا اور دو تین منٹ کے اندر ہی اندر خراٹے بھی لینے لگا۔

اُسے جلد نیند آتی تھی اور نیند کا کچا بھی تھا۔ آس پاس کی ہلکی سی آہٹ بھی اُسے جگا دیتی۔

وہ اکثر جیمسن سے کہا کرتا کہ فٹ پاتھ اُسکو محض اسلئے ناپسند ہیں کہ وہ اُن پر سو نہیں سکتا۔!

اس وقت بھی وہ زیادہ دیر نہیں سویا ہو گا کہ اچانک اسکی آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔

اچانک اُسے یاد آیا کہ سونے سے قبل اس نے کمرے کی لائٹ آف نہیں کی تھی اور بے وجہ نیند کا سلسلہ ٹوٹ جانا بھی ممکن نہیں تھا۔

پھر....؟ کیا وہ خطرے میں ہے....؟

اس نے بڑی آہستگی سے بستر چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے اپنے تحفظ کے لئے استعمال کر سکتا۔ آہستہ آہستہ سرکتا ہوا سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتا رہا۔

اندازے سے قریب پہنچ کر ہاتھ بڑھایا.... یہ سوئچ بورڈ ہی تھا۔ اس نے سوئچ آن کر دیا۔

پھر آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ عمران اس کے بستر کے قریب کھڑا نظر آیا۔

اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ظفر الملک جہاں تھا وہیں رک گیا۔ عمران نے اپنی جیبی ڈائری نکالی اور ظفر کے قریب پہنچ کر ایک صفحے پر پنسل سے لکھنے لگا۔

"مجھے لوسیل دی سوندے نامی ایک عورت کی تلاش ہے اگر تم اس سے واقف ہو تو لکھ کر جواب دو....!"

ظفر نے اُسے پڑھ کر متحیرانہ انداز میں عمران کی طرف دیکھا اور عمران نے پنسل اُس کی طرف بڑھا دی۔

"وہ رات یہاں نہیں بسر کرتی۔!" ظفر نے لکھا۔ "میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں جاتی ہے۔!"

"تم یہاں کیونکر پہنچے؟" عمران نے ڈائری اس سے لے کر لکھا۔

ظفر نے بُرا سا منہ بنایا اور ڈائری لے کر لکھنے لگا۔ "لمبی داستان ہے اتنا زیادہ لکھنا میرے بس سے باہر ہے۔!"

پھر عمران نے اُسے اس پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ مختصراً اپنی کہانی تحریر کرنے کی کوشش کرے۔ اشارۃً یہ بات بھی اس پر واضح کر دی کہ آس پاس کسی ڈکٹافون کی موجودگی کا امکان ہے اس لئے وہ گفتگو نہیں کر سکتا۔!

ظفر تیزی سے لکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کسی حد تک مطمئن ہو جانے کے بعد اُس نے ڈائری عمران کی طرف بڑھا دی۔

عمران اُسے پڑھتا رہا.... پھر پنسل سنبھالی اور لکھنے لگا۔ "کرسٹو پاؤلس کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرو.... لیکن ان لوگوں کو تم پر شبہ نہ ہونے پائے۔ بہت احتیاط سے ہر قدم اٹھانا.... میں حسبِ ضرورت تم سے رابطہ قائم رکھوں گا۔!"

ظفر نے پڑھ کر ڈائری عمران کو واپس کر دی.... عمران نے دروازے سے نکلتے وقت اسے اشارہ کیا کہ وہ کمرے سے باہر نکلنے کی زحمت نہ کرے۔

ظفر نے طویل سانس لی اور بستر پر بیٹھ گیا۔

* * *

صفدر گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھا عمران کا منتظر تھا اور پوری طرح تیار کہ جیسے ہی وہ واپس آئے فوری طور پر گاڑی کو حرکت میں لایا جا سکے۔

عمارت میں داخل ہونے کا راستہ دونوں نے مل کر تلاش کیا تھا اور پھر عمران تو پائپ کے سہارے روشندان تک پہنچنے کی کوشش میں لگ گیا تھا اور صفدر واپس گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد عمران واپس آیا.... صفدر نے ریڈیم والی گھڑی پر نظر ڈالی ساڑھے تین بجے تھے۔! اس نے طویل سانس لے کر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھی۔

"بعض اوقات ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ مجھ جیسے احمق کی بھی عقل چکرا کر رہ جاتی ہے۔ ہاں بھئی.... جانتے ہو.... اندر کس سے ملاقات ہوئی۔!"

"لوسیل دے سونڈے کی والدہ....!"

"ظفرالملک اور جیمسن! دونوں بے خبر سو رہے تھے۔!"

"نہیں....!" صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر اُس نے پوچھا "اور لوسیل....؟"

"وہ بھی یہیں رہتی ہے لیکن رات کو کہیں چلی جاتی ہے۔ صبح ہوتے ہی اُس کی نگرانی شروع ہو جانی چاہئے۔!"

"تو ظفر ان کے ہاتھ کیونکر لگا.... کیا آپ یہی چاہتے تھے۔!"

"ظفر کو میں نے محض اس لئے کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ میں بھیجا تھا کہ کیپٹن فیاض بہت زیادہ چاق وچوبند ہو جائے۔ اُسے علم ہے کہ ظفر آج کل میری سرپرستی میں ہے۔!"

"آپ نے مجھے ابھی تک نہیں بتایا کہ آپ منشیات کی تجارت کرنے والوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔!"

"محض اس لئے کہ یہ لوگ دو طرح کی تجارت کر رہے ہیں۔!"

"دو طرح کی تجارت سے کیا مراد ہے....!"

"ایک طرح کی تجارت ایسی ہے جسے وہ دکھا دکھا کر چھپا رہے ہیں اس کا ایک آدمی پکڑا گیا تو دوسرے نے اُس کی جگہ لے لی اور دوسری قسم کی تجارت اُن مناروں والیاں جیسے شخصیتوں سے متعلق ہے جن پر ہر کس وناکس ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔!"

"بات میرے پلے نہیں پڑی۔!"

"مثال کے طور پر وہ دو عورتیں جو اُس رات کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کے قریب ہاتھ آئی تھیں بہت زیادہ اونچی سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے والی تھیں۔ اپنے انہیں مناروں سمیت جن میں ٹرانس میٹر پوشیدہ ہوتے تھے۔ بہت بڑے بڑے سرکاری آفیسروں سے ملتی تھیں۔ ان دونوں پر عرصے سے میری نظر تھی شبہ تھا کہ ان مناروں میں ٹرانس میٹر ہو سکتے ہیں۔!"

"آخر شبہ کس بناء پر تھا....!"

"آج کل جدید ترین آپریٹس ہاتھ آگئے ہیں جن کے ذریعہ آس پاس ٹرانس میٹروں کی موجودگی معلوم کی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اُس وقت بروئے کار ہوں .... جوڑوں کے اندر چھپائے جانے والے ٹرانس میٹروں کو ہمہ وقت بروئے کار رہنا ہی انہیں کار آمد بنا سکتا ہے کیونکہ بار بار انہیں چھیڑا نہیں جاسکتا۔!"

"آخر آپ نے فیاض کو چھیڑنے کی ضرورت کیوں محسوس کی! ٹام براؤن کیس کو دوبارہ کیوں اکھڑوالیا.... اس کا فائل تو لال فیتے کی نظر ہو چکا تھا۔!"

"بہت دنوں کی بات ہے کہ یہی دونوں عورتیں ان اہم شخصیتوں کے ساتھ نظر آنے لگیں جو بڑی ذمہ داریوں کے حامل ہیں۔ اسی چیز نے مجھے دوبارہ ٹام براؤن کیس کی طرف متوجہ کیا۔ میں نے اپنے طور پر چھان بین شروع کی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ پولیس کے قبضے میں ہونے کے باوجود بھی ٹام براؤن کے ساتھیوں کا اڈہ بنی ہوئی ہے۔!" لیکن خود میں نے ذاتی طور پر مداخلت مناسب نہ سمجھی اور فیاض کے محکمے کو کھڑ کھڑا دیا۔ پھر تم نے نتیجہ دیکھا ہی ہے! تین لاشیں ڈی سوزا کے مکان سے برآمد ہوئیں اور اب یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔!"

عمران خاموش ہو گیا۔

صفدر نے گاڑی کی رفتار کم کر کے اُسے سڑک کے کنارے روک دیا۔

"کیوں کیا بات ہے....؟"

"میرا خیال ہے کہ تعاقب کیا جا رہا ہے۔!"

"تو گاڑی روک دی تم نے....؟"

"ذرا سگریٹ بھی سلگانا چاہتا ہوں۔!"

"اچھی بات ہے.... میں تو چلا....!" عمران نے کہا اور بائیں جانب والا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ صفدر نے اُسے باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں گم ہوتے دیکھا جس گاڑی کی وجہ سے تعاقب کا شبہ ہو تا رہا تھا وہ ابھی دور تھی۔

حقیقتاً نیند کی جھونک میں اس سے یہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ ورنہ ایسے کسی موقع پر چلتے ہی رہنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔

اُسے اس وقت اپنی غلطی کا احساس ہوا جب اس نے عمران کو گاڑی سے کودتے دیکھا۔

پھر جتنی دیر میں وہ سنبھلتا پچھلی گاڑی نے اسے آلیا۔ آگے بڑھ کر راہ میں حائل ہونے کے لئے ترچھی ہوئی اور اس کے بریک زور سے چرچرائے۔

صفدر عمران کی تقلید بھی نہ کر سکا۔ کیونکہ کوئی چیز اندھیرے میں اس وقت اس کی طرف

لپکی تھی جب وہ گاڑی سے چھلانگ لگا رہا تھا۔

اور پھر وہ چیز اس کے جسم سے لپٹ گئی۔ جھٹکا لگا.... وہ گرا.... لیکن دوبارہ اٹھ کر بھاگ نہ سکا کیونکہ اُس کے بازوؤں کے گرد اس چیز کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔

وہ رسی کا پھندا تھا جس کا دوسرا سرا تیزی سے کھینچا جا رہا تھا۔

پھر کئی آدمی اس پر ٹوٹ پڑے تھے اور وہ خاموشی سے بے ہوش ہوتا چلا گیا تھا۔

لیکن اس بے بسی کے عالم میں بھی اُسے اپنی حماقت یاد آتی رہی تھی۔

دوبارہ ہوش آنے پر اس نے خود کو بعینہ ویسی ہی حالت میں پایا جس میں کچھ دیر پہلے وہ دونوں غیر ملکی ماہرین زراعت عمران کے ہاتھوں نظر آئے تھے۔

جسم کرسی سے جکڑا ہوا تھا اور کرسی بھی نوعیت کے اعتبار سے ویسی ہی لگ رہی تھی جیسی ایکس ٹو نے اپنے ادارے کے لئے فراہم کی تھی۔

اُس کے سارے جسم میں ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔ کرسیاں خطرناک تھیں۔ قتل کر دیا جانا پسند کر لیتا لیکن موت کے بدلے ان کرسیوں کو قبول نہ کرتا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس پر بیٹھنے والا چیخ چیخ کر غیر ارادی طور پر وہ سب کچھ اگل دیتا ہے جسے ہر حال میں چھپاتا چلا آیا ہو۔

اس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹتا رہا۔

کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔! اچانک کمرے میں اندھیرا چھا گیا.... چاروں بلب بجھ گئے تھے۔

◆

پوری عمارت تاریک ہو گئی تھی۔ دفعتاً کسی نے بے حد غصیلی آواز میں کہا۔ ”اوہ.... یہاں کا ناقص برقی انتظام.... جب دیکھو تب روشنی غائب....!“

”لیکن جناب عالی....!“ دوسری آواز آئی۔ ”سامنے والی عمارتوں کے روشن دانوں میں روشنی نظر آ رہی ہے۔!“

”تو پھر کیا ہوا....؟ سارے سرکٹوں کے فیوز بیک وقت نہیں اڑ سکتے۔!“

”میں چیک کئے لیتا ہوں جناب عالی۔!“ دوسری آواز دبی دبی سی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بولنے والا بہت زیادہ خائف ہو۔!

”تم دیکھتے رہو.... میں جا رہا ہوں۔!“ غصیلی آواز اندھیرے میں گونجی۔ ”اُس سے سب کچھ معلوم کر کے مجھے مطلع کر دینا۔!“

”ب.... بہت بہتر جناب....!“

پھر اندھیرا خاموشی سے ہم آغوش ہو گیا تھا۔!

تھوڑی دیر بعد مین سوئچ بورڈ پر ٹارچ کی روشنی کا دائرہ دکھائی دیا۔

ایک آدمی فیوز پلکس کا جائزہ لیتا رہا پھر سر سہلاتا ہوا بڑبڑایا۔ ”سارے فیوز ٹھیک ہیں.... اوہ کہیں پول پر سے نہ گئی ہو۔!“

وہ سوئچ بورڈ کے پاس سے ہٹ آیا.... اور ٹارچ کی روشنی میں متعدد کمروں سے گذرتا ہوا اُس کمرے میں آیا جہاں فون تھا۔ فون پر پاور ہاؤز کے نمبر ڈائیل کئے اور انہیں پول پر سے کرنٹ ڈس کنکٹ ہو جانے کی اطلاع دی۔ پھر بڑبڑایا۔ ”شائد اب وہ ہوش میں آ گیا ہو۔!“

اب وہ وہاں سے نکل کر ایک دوسرے کمرے کے سامنے رکا....!

دروازے کا ہینڈل گھما کر دھکا دیتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ بائیں ہاتھ میں ٹارچ روشن تھی۔

روشنی کا دائرہ سامنے والی کرسی پر پڑا جو خالی تھی۔ اسکے ہتھوں سے چمڑے کے تسمے جھول رہے تھے۔

”خدایا....!“ گھٹی گھٹی سی آواز اس کے حلق سے نکلی۔ سر چکرایا اور وہ دیوار سے جا ٹکا۔

ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ اس کے سارے جسم سے چھوٹ رہا تھا۔ آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔

ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ وہ ”موت.... موت.... موت....!“ کی تکرار کئے جا رہا تھا۔

دفعتاً کسی نے اس کی گردن دبوچ لی۔ لیکن ہاتھ پیر پہلے ہی بے جان ہو رہے تھے۔ گردن چھڑا لینے کے لئے جدوجہد کس طرح کرتا.... اس پر بے ہوشی طاری ہونے لگی تھی۔

◆

صبح ہونے والی تھی لیکن صفدر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سو جانے کی خواہش عرصہ سے نہ ہوئی ہو یا تو نیند کے دباؤ نے اس مصیبت میں پھنسایا تھا یا اب ذہنی تازگی کا یہ عالم تھا جیسے جنم جنم کی نیند پوری کر کے ابھی ابھی جاگا ہو۔

وہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا اور عمران اسی کرسی کے ہتھے پر بیٹھا اس کا شانہ سہلا رہا تھا۔

”عشق حقیقی کی تین منزلیں ہیں۔!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”پہلی منزل

معمولی جان پہچان.... دوسری منزل زیادہ جان پہچان.... تیسری منزل.... یا یہ سوچنے لگتا کہ کاش ہم ایک دوسرے کو جانتے ہی نہ ہوتے.... بہرحال "بوریت" بنیادی حقیقت ہے۔ اس لئے انکار کرنے والا جہنم کا کندہ بنے گا۔!"

"بہتر ہے کہ آپ مجھے کھلے الفاظ میں شرمندہ کرنا شروع کردیں۔!" صفدر نے جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اُسے بھول جاؤ....! کسی حماقت پر پچھتانا اس سے بھی بڑی حماقت ہے۔!"

"لیکن آپ مجھ تک کیسے پہنچے۔!"

"اسی گاڑی کی چھت پر تھا.... اور تمہیں یہ سن کر بے حد خوشی ہوگی کہ بڑی خوش گوار نیند آئی تھی مجھے۔!"

"گاڑی کی چھت پر.... آپ سوگئے تھے؟" صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"لیکن منزل مقصود پر پہنچ کر سویا تھا۔ بس آنکھ لگ ہی گئی تھی۔ میرا خیال ہے کہ راستے بھر اونگھتا رہا تھا۔ جیسے ہی گاڑی رکی سو گیا۔ کسی بہت بڑی گاڑی کے انجن کے شور کی بناء پر جاگا تھا اور بوکھلا کر گاڑی کے قریب والے الیکٹرک پول پر چڑھتا چلا گیا تھا۔"

"فوری طور پر اس عمارت میں داخل ہو جانے کا اس سے بہتر طریقہ کھڑے گھاٹ نہیں سوچ سکا تھا کہ پول پر سے اس عمارت کی لائن ڈسکنکٹ کردیتا۔"

"اور اسی چیز سے آپ کی جیت بھی ہوئی۔ ورنہ میں ہوتا اور کنفیشن چیئر.... وہ مجھ سے سب کچھ اگلوا لیتے۔!" صفدر طویل سانس لے کر بولا۔

"میں نے اندھیرے میں وہاں دو آوازیں سنی تھیں۔ لیکن صرف ایک ہی آدمی ہاتھ آیا۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیا اُسے ہوش آیا....!"

عمران نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "دو تین منٹ اور لگیں گے! انجکشن دے چکا ہوں۔"

عمران کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی نظر آ رہی تھیں۔

صفدر خاموشی سے اُس کے چہرے پر نظر جمائے رہا۔

عمران کچھ دیر بعد بولا۔ "میں نے لوسِل والی عمارت میں داخل ہونے سے پہلے پوری طرح

اطمینان کر لیا تھا کہ آس پاس نگرانی کرنیوالے تو موجود نہیں لیکن پھر واپسی پر ہمارا تعاقب کیا گیا۔!"

"عورتوں کے پاس سے برآمد ہونے والے ٹرانس میٹروں کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ سراغ رسانی کے جدید ترین آلات سے لیس ہیں۔!" صفدر نے جیب میں سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اس روشن دان میں الیکٹرک بگ موجود تھا جس کے ذریعے میں اندر داخل ہوا تھا.... خیر....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "تم آرام کرو۔!"

یہ لوگ اس وقت سائیکو مینشن ادارہ تحقیقات کی عمارت کے عقبی حصے کے ایک کمرے میں تھے!

عمران نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولنے سے پہلے جیب سے سیاہ کپڑے کا ایک خول نکال کر چہرے پر منڈھ لیا جس میں آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے اس طرح اس کا پورا چہرہ چھپ گیا تھا۔

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا.... سامنے بستر پر وہی آدمی نیم دراز تھا۔ جسے وہ دونوں اس تاریک عمارت سے پکڑ کر لائے تھے.... اُس نے اٹھنے کی کوشش کی۔

"لیٹے رہو....!" عمران غرایا۔

"مم.... میں.... بے قصور ہوں.... میں نہیں جانتا کہ وہ کرسی پر سے کیسے غائب ہو گیا۔!" وہ گڑگڑانے لگا۔ "پوری عمارت تاریک پڑی تھی۔ جناب عالی میں بے قصور ہوں۔!"

عمران خاموش کھڑا رہا۔

وہ آدمی پھر گڑگڑایا۔ "میں ہمیشہ آپ کے حکم کی تعمیل میں جان لڑاتا رہا ہوں۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کس طرح آزاد ہو گیا۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔!"

"کیا تم جانتے ہو کہ کس سے ہم کلام ہو۔!" عمران نے لہجے کی غراہٹ برقرار رکھی۔

"میرے باس کے علاوہ اور کون مجھے اس طرح بے بس کر سکتا ہے جناب عالی۔!"

"تم غلط فہمی میں مبتلا ہو۔! میں اس کا باس ہوں جسے تم نے کنفیشن چیئر پر جکڑ رکھا تھا۔!"

دفعتاً اس آدمی کا انداز بدل گیا! چند لمحے پیشتر چہرے پر پائے جانے والے خوفزدگی کے آثار یکسر غائب ہو گئے۔! اور اس نے بڑی پھرتی سے عمران پر چھلانگ لگائی۔

عمران جانتا تھا کہ اس پر اس انکشاف کا کیا ردعمل ہوگا۔ لہٰذا پہلے ہی سے تیار تھا۔ بائیں طرف ہٹ کر جو ٹانگ ماری ہے تو وہ کئی فٹ اوپر اچھل کر دھڑام سے فرش پر گرا۔

پھر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پشت پر ٹھوکر پڑی اور وہ منہ کے بل ڈھیر ہو گیا۔ تیسری ٹھوکر پسلی پر پڑی اور چوتھی پھر پشت پر ذرا ہی سی دیر میں سارے کس بل نکل گئے۔!

اب وہ چت پڑا بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"تمہارا باس کون ہے....!" عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"اے ون....!"

"اے ون کون ہے....؟"

"یہ کوئی.... بھی نہیں جانتا....!"

"وہ یہاں کیا کر رہا ہے....؟"

"اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔!"

"عمارت میں تمہارے ساتھ دوسرا آدمی کون تھا۔!"

"اے ون....!"

"اب وہ کہاں مل سکے گا۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"اُس کا حلیہ بتاؤ....!"

"کیا میں.... آپ کا حلیہ بتا سکتا ہوں.... جناب عالی....!"

"نقاب میں رہتا ہے۔!"

"جی ہاں.... آج تک کسی نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔!"

"تم ایسے کتنے آدمیوں سے واقف ہو جو اس کے لئے کام کرتے ہیں۔!"

"پانچ آدمیوں سے جناب عالی....!"

"میں اُن کے نام اور پتے چاہتا ہوں۔!" عمران جیب سے ڈائری نکالتا ہوا بولا۔

اُس نے پانچ آدمیوں کے نام اور پتے لکھوائے۔ ان میں دونوں غیر ملکی بھی شامل تھے جن کا تعلق زرعی ترقیات کے مرکز سے تھا۔ اس سے عمران نے اندازہ کر لیا کہ بقیہ تین نام اور پتے بھی غلط نہ ہوں گے۔!

"ڈکسن برادران بھی میری قید میں ہیں۔!" عمران نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم

دو ایسی عورتوں کو بھی جانتے ہو جو اپنے بالوں میں ٹرانسمیٹر چھپائے پھرتی تھیں۔!"

"نہیں....! میں کسی ایسی عورت کو نہیں جانتا۔!"

"فرانسیسی لڑکی لوسیل سوندے کہاں رہتی ہے۔!"

"یقین کیجئے کہ یہ نام میرے لئے بالکل نیا ہے۔!"

"لیکن ڈکسن برادران کے لئے تو نیا نہیں۔!"

"ضروری نہیں کہ ہم میں سے ہر ایک باس کے سارے معاملات سے واقف ہو۔!"

"کسی کرسٹوپاؤلس سے واقف ہو....!"

"نہیں جناب عالی....!"

عمران نے طویل سانس لی اور بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تم نے سارے سوالوں کے جوابات بالکل صحیح دیئے ہیں۔!"

"خدا کی قسم اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں۔!"

"اس لئے تمہیں رہا کیا جاتا ہے.... اٹھو اور اپنا نام بتا کر رخصت ہو جاؤ۔!"

"میرا نام ولبر سیناکس ہے.... جناب عالی.... لیکن میں فی الحال رہائی نہیں چاہتا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"آپ مجھے زندہ رہنے دیں گے لیکن اے ون میرے لئے سزائے موت تجویز کریگا۔ آپکا آدمی میری نگرانی میں تھا۔ آپ اُسے نکال لائے۔ ایسی فروگذاشت اُسکے نزدیک ناقابل معافی ہے۔!"

"کیا پہلے بھی کسی کو سزائے موت دے چکا ہے۔!"

"درجنوں کو جناب عالی....!" ولبر کراہ کر اٹھتا ہوا بولا۔ "تین سال گذرے اُس نے اٹلی میں گیارہ آدمیوں کو خود اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا تھا۔!"

"اٹلی میں وہ کیا کر رہا تھا....؟"

"مجھے اس کا علم آج تک نہ ہو سکا۔!"

"یہاں تمہارے ذمے کیا کام ہے۔!"

"تصویروں کے فریم بناتا ہوں....!"

"وضاحت کرو.... میں نہیں سمجھا۔!"

"لکڑی کے کھوکھلے فریموں میں شیشے کی نلکیاں رکھ کر اُن کی جڑائی کرتا ہوں۔!"

"اُن فریموں کا کیا ہوتا ہے۔!"

"مجھے آج تک نہیں معلوم ہو سکا جناب.....! میں ایک ماہر فن پینٹر ہوں ان فریموں کو اگر آپ دیکھیں تو کہہ نہ سکیں گے کہ یہ اندر سے کھوکھلے بھی ہو سکتے ہیں اور ان میں شیشے کی نلکیاں پوشیدہ ہوں گی۔!"

"تم سے کوئی اور لے جاتا ہوگا۔!"

"جی ہاں..... یہ کام ہارپر کے سپرد ہے۔! جس کا پتہ میں آپ کو لکھوا چکا ہوں۔!"

"کیا تم نے اس سے معلوم کرنے کی کوشش نہ کی ہوگی۔!"

"ہم اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔! ہر شخص اپنی جگہ پر سمجھتا ہے کہ جو بات بھی باس کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اس کا علم کسی نہ کسی طرح اُسے ضرور ہو جاتا ہے۔!"

عمران تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"تو تم یہاں سے نہیں جانا چاہتے۔!"

"نہیں جناب عالی.....!"

"اچھی بات ہے! اب تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ لیکن اگر تم نے ہماری لاعلمی میں یہاں سے نکل جانے کی کوشش کی تو تمہیں ہر حال میں مرنا پڑے گا۔!"

"آپ مطمئن رہئے..... جناب عالی! ایسی کوئی بات نہ ہوگی۔!"

◆

فون کی گھنٹی ظفر کو جگانے کا باعث بنی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر اُس نے ریسیور اٹھایا اور بھرائی ہوئی آواز میں کال کرنے والے کو متوجہ کرتے ہوئے جماہی لی۔

"وہ عمارت فوراً چھوڑ دو.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون بول رہا ہے.....؟"

"اس بحث میں نہ پڑو... ورنہ اُنکے ہاتھ لگ جاؤ گے جنہیں تمہاری تلاش ہے۔ جلدی کرو۔!"

"لیکن جاؤں کہاں.....؟"

"باہر گاڑی کھڑی ہے اُسے استعمال کرو.....! اُسی میک اپ میں جس میں پچھلی شام تھے۔ گیارہ جمال اسٹریٹ پہنچ جاؤ۔ اب تمہیں مستقل طور پر اسی میک اپ میں رہنا ہے۔!"

ظفر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ ریسیور رکھ کر وہ کمرے سے نکلا اور جیمسن کو آوازیں دیتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

وہ اپنے سونے کا کمرہ اندر سے بند کر کے سویا تھا۔! کچھ دیر دروازہ پیٹنا پڑا پھر اس کی چندھیائی سی آنکھوں والا چہرہ پُر احتجاج انداز میں دروازے کی اوٹ سے باہر نکلا۔

"یہاں سے فوراً روانہ ہو جانا ہے۔!" ظفر نے اُس سے کہا۔

"کیا یہاں کے باتھ روم بیکار ہو چکے ہیں۔!"

"پولیس.....!"

پھر جیمسن کو کلاسیکی ادب کا بھی خیال نہیں آیا تھا۔ اُس نے بہت جلدی میں وہاں سے بھاگ نکلنے کی تیاری شروع کر دی تھی۔

جمال اسٹریٹ کی گیارہویں عمارت کے قریب پہنچ کر ظفر نے گاڑی روک دی اور جیمسن سے اُترنے کو کہا۔ وہ پچھلی شام والے میک اپ میں تھا۔

پھاٹک کھلا ہوا ملا تھا..... صدر دروازہ بھی مقفل نہیں تھا..... وہ اندر داخل ہوئے۔!

سب سے پہلے سٹنگ روم میں پہنچے، جو سلیقے سے آراستہ کیا گیا تھا۔ پھر ظفر تو وہیں بیٹھ گیا تھا اور جیمسن یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ "اگر یہاں بھی کچھ کلاسیک ہاتھ آجائے تو کیا کہنا۔!"

ظفر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا اب عمران سے کس طرح رابطہ قائم ہو سکے گا۔ ضروری نہیں کہ اُسے منتقلی کا علم ہو ہی جائے۔ فون کال ٹیپ کر لئے جانے کے اندیشے کی بناء پر فون پر بھی اُسے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا۔

دفعتاً جیمسن گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اس پر بد حواسی سی طاری تھی۔

"لل..... لاش.....!" وہ آنکھیں پھاڑ کر ہکلایا۔

"ہوں..... تو پھر تم نے ایس ڈی ایل شروع کر دیا ہے۔!"

"خدا کی قسم..... لوسیل دے سومرے۔!"

"کیا مطلب.....؟" ظفر اچھل کر کھڑا ہو گیا..... پھر جیمسن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے دروازے کی طرف گھسیٹتا ہوا بولا۔

”کہاں....؟“

”بب.... بیڈروم میں....!“

جیمسن اُسے اُس کمرے میں لایا جہاں لوسیل دے سوندے کی لاش چھت سے لٹ رہی تھی۔ گلے میں رسی کا پھندا تھا اور نیچے ایک کرسی الٹی پڑی تھی۔

”یہ کیا مصیبت ہے....؟“ ظفر بڑبڑایا۔

”بھاگ نکلئے۔!“

”بہت زیادہ بد حواس ہونے کی ضرورت نہیں۔! آخر ہمیں ایک ایسی عمارت میں کیوں بھیجا گیا ہے جہاں ایک لاش پہلے سے موجود تھی۔!“

”آپ سوچتے ہی رہ جائیں گے.... اور....!“

دفعتاً گھنٹی کی آواز گونجی اور جیمسن جملہ پورا نہ کر سکا۔

ظفر صدر دروازے کی طرف جھپٹا.... اور جیمسن لاش والے کمرے کا دروازہ بند کرنے لگا تھا۔

اس کے بعد وہ بھی ظفر کے پیچھے ہی چل پڑا تھا۔

ظفر نے دروازہ کھولا.... اور بھونچکا رہ گیا۔ کیپٹن فیاض کا اسسٹنٹ انسپکٹر ماجد سامنے کھڑا اُسے گھور رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک باوردی انسپکٹر اور تین کانسٹیبل تھے۔ قبل اس کے کہ کوئی گفتگو ہوتی ظفر نے ماجد کو چونکتے دیکھا۔ اسے جیمسن کا خیال آیا جو میک اپ میں نہیں تھا۔

پھر وہ ماجد کو ہولسٹر سے ریوالور نکالتے بھی دیکھتا رہا۔ لیکن کیا کر سکتا تھا۔

”اگر کسی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی کی تو فائر کر دوں گا۔!“ ماجد نے بھاری بھر کم لہجے میں کہا۔

ظفر نے مڑ کر دیکھا! ماجد کا مخاطب دراصل جیمسن ہی تھا۔

”پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کے ہتھکڑی لگا دو....!“ ماجد نے باوردی انسپکٹر سے کہا۔

وہ ظفر کو ایک طرف ہٹاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ظفر سب سے الگ ہی الگ رہنا چاہتا تھا کیونکہ اُس کی اپنی ڈاڑھی مصنوعی تھی۔

پھر جب انسپکٹر جیمسن کے ہتھکڑیاں لگا رہا تھا ماجد بولا۔ ”اس کا ایک ساتھی اور بھی ہے.... اور آپ کون ہیں جناب....؟“

اس بار اس نے ظفر کو مخاطب کیا تھا۔

ظفر نے اُسے تیکھی نظروں سے دیکھا اور پُر وقار لہجے میں بولا اس سے پہلے آپ یہ بتائیں گے کہ آپ نے میرے ملازم سے یہ برتاؤ کس بناء پر کیا ہے۔!“

”یہ کب سے آپ کا ملازم ہے جناب....!“

”کل شام سے....!“

”آپ اس کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔!“

”یہی کہ یہ کل سے میرا ملازم ہے۔!“

”آپ بتایئے کہ اس کا دوسرا ساتھی کہاں ہے ورنہ آپ کو بھی ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔!“

”میں اس کے دوسرے ساتھی کو نہیں جانتا۔!“

”نہ جانتے ہوں گے۔!“ ماجد اس کی آنکھوں میں گھورتا ہوا بولا۔ ”ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہاں ایک لاش بھی ہے۔!“

”یقیناً ہے....!“

”کیا....؟“

”جس بات کا مجھے علم ہے اس کا اعتراف ضرور کروں گا۔!“ ظفر مسکرایا۔

”مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے.... پولیس کو فون کرنے جا ہی رہا تھا کہ آپ لوگ تشریف لے آئے.... جی ہاں.... میری سیکریٹری لوسیل دے سوندے نے پچھلی رات کسی وقت خودکشی کرلی۔ چلئے آپ کو دکھاؤں۔!“

وہ راہداری ہی میں تھے کہ بائیں جانب والے ایک کمرے سے فون کی گھنٹی کی آواز آئی۔ ظفر نے کمرے میں داخل ہونا چاہا۔

”ٹھہریئے!“ ماجد ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”فی الحال آپ کال ریسیو نہ کر سکیں گے! مجھے دیکھنے دیجئے۔!“

”ضرور دیکھئے.... لیکن آپ مجھے کمرے میں داخل ہونے سے تو نہیں روک سکتے۔!“

ماجد کچھ نہ بولا۔ لیکن وہ ظفر سے پہلے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

فون کی گھنٹی بج رہی تھی.... اُس نے ریسیور اٹھالیا۔

”ہیلو.... ہوں.... آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں ہاں ٹھیک ہے پھر....؟“

ماجد دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سنتا رہا لیکن نظریں ظفر پر جمی رہیں۔ ایک پل

کے لئے ظفر کو محسوس ہوا جیسے گفتگو خود اسی کے بارے میں ہو رہی ہو۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑا لیکن باوردی انسپکٹر راستہ روکے کھڑا تھا۔

پھر ماجد کیطرف پلٹا تو اسکا ریوالور اپنی طرف اٹھا ہوا پایا۔ وہ فون کا ریسیور کریڈل پر رکھ چکا تھا۔

ظفر سوچ رہا تھا کہ جس نے انہیں یہاں بھیجا تھا اسی نے فون پر اب یہ اطلاع دی ہے کہ وہ میک اپ میں ہے۔

اس کا خیال درست نکلا.... دوسرے ہی لمحے میں ماجد نے باوردی انسپکٹر سے اس کی ڈاڑھی کھینچ لینے کو کہا۔

ظفر اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن بچ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔

پھر ظفر کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں پڑ گئیں۔ اس پر جیمسن نے بندروں کی طرح دانت نکال کر پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ اس کے بعد بولا تھا۔ "کاش مجھے بھی ہزہائی نس پرنس جانعالم کی طرح اپنی روح دوسرے جسم میں منتقل کر دینے کا طریقہ معلوم ہوتا۔!"

"کیا مطلب....!" ماجد غرایا۔

"اردو کے کلاسیکی ادب کی بات کر رہا ہے۔!" ظفر ہنس کر بولا۔ "فسانۂ عجائب کا ہیرو جانعالم یاد آگیا ہے۔!"

"میں آپ کی سیکریٹری لوسیل دے سوندے کے مردہ جسم میں اپنی روح داخل کر کے زندگی بھر بچے جنتا رہتا۔!" جیمسن نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

"خاموش رہو....!" ماجد دہاڑا "تمہیں مزید تین لاشوں کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔!"

"کون سی تین لاشیں۔!" ظفر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ڈی سوزا.... اس کی لڑکی اور ایک نامعلوم آدمی کی لاشیں.... تم مافیا کے ایجنٹ ہو.... اور اس گندے بزنس کی سربراہی تم ہی کرتے رہے ہو۔ اب دیکھنا....!"

"میں کسی ڈی سوزا کو نہیں جانتا۔!"

"لے جاؤ ان دونوں کو....!" اُس نے کانسٹیبلوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

اور وہ دونوں اونچی آواز میں امن کا ایک گیت گاتے ہوئے کانسٹیبلوں کے ساتھ چلنے لگے۔